www.Paksociety.com
سالگرہ نمبر
نادیہ احمد
دل آئی تو ہے

مکمل ناول

"دادو' چاچا بتا رہے تھے۔۔۔ معید بھائی آئے ہیں۔" وہ پھولے سانس کے ساتھ فاخرہ بیگم کے کمرے میں آئی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے دروازے سے ان کے کمرے تک کا فاصلہ اس نے بھاگتے ہوئے طے کیا تھا۔ فاخرہ بیگم ظہر کی نماز کے بعد تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ وہ ان کی جائے نماز کے پاس آلتی پالتی مار کے بیٹھ گئی تھی۔

"ہاں سبین۔! میرا معید خیر سے واپس آگیا ہے۔" تسبیح پوری کرکے اس پہ پھونک مارنے کے بعد فاخرہ بیگم نے تصدیق کی۔ ان کے عمر رسیدہ جھریوں بھرے چہرے پر طمانیت اور سکون تھا۔ آٹھ سال بعد ان کا پوتا گھر واپس آیا تھا' وہ تو نہال ہو رہی تھیں۔ معید ان کے بڑے بیٹے اعجاز کا بیٹا تھا' وہ لوگ امریکا میں رہتے تھے' معید بھی وہیں پیدا ہوا تھا۔ وہ اس وقت دس سال کا تھا جب اعجاز اور صالحہ کا ایک کار حادثے میں انتقال ہو گیا۔

معید پاکستان آگیا تھا۔ سبرینہ کے والدین نے ہی اس کی پرورش کی تھی۔ وہ اخلاق حسین کو پاپا اور رافعہ کو ممی کہتا تھا۔ اس گھر میں سب ہی اسے دل و جان سے چاہتے تھے' لیکن وہ اپنی پیاری دادو کے بہت قریب تھا۔

"کہاں ہیں ابھی' میں مل کر آؤں۔" وہ اچانک اٹھی تھی۔

"ابھی سو رہا ہے۔" فاخرہ پریشانی سے بولیں۔

"یونیفارم تو بدل لو اور پھر کھانا کھالو۔ بھوک نہیں لگی آج۔۔۔ روز تو کالج سے آکر شور مچاتی ہو کر کھانا دے دو ورنہ بھوک سے دم نکل جائے گا۔" فاخرہ نے پیار سے پچکارا۔ وہ منہ بناتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

"ایک نظر دیکھ آؤں بس۔" کمرے سے نکلتی نکلتی وہ دروازے سے گردن نکالے بولی تو فاخرہ نے سر پکڑ لیا۔

"سبرینہ' سولہ گھنٹے کا سفر کر کے آیا ہے وہ' اگر تم نے اسے ڈسٹرب کیا تو میں تم سے ناراض ہو جاؤں گی۔" ان کی یہ دھمکی کارگر تھی۔ دادو کو ناراض کرنے کا تو سبرینہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ ان کے دونوں پوتا پوتی انہیں بے حد محبت کرتے تھے اور ان کی بھی ان دونوں میں جان بسی تھی۔ ایک پوتی کو تو اللہ نے کم عمری میں ہی اپنے پاس بلا لیا تھا۔ وہ سبرینہ سے دس سال بڑی تھی۔ سترہ سال کی عمر میں وہ بس کی ٹکر سے زخمی ہو کر جاں بر نہ ہو سکی تھی' اعجاز اور صالحہ کے انتقال کے نو سال بعد ان کے خاندان کے لیے یہ ایک بہت بڑا صدمہ تھا۔ سبرینہ اس وقت محض سات سال کی تھی۔ معید پڑھائی کے سلسلے میں امریکا گیا تو وہیں کا ہو کر رہ گیا۔ ایک سبرینہ ہی تو تھی جو اس گھر کی رونق تھی۔ سب سے چھوٹی اور سب سے زیادہ شرارتی۔ سارا دن گھر کے سب لوگوں کو اپنے آگے لگائے رکھتی۔ اس گھر کی خوشیاں اسی کے دم قدم سے تھیں۔ ماں' باپ' دادو تو چلو اس کے لاڈ اٹھاتے ہی تھے' لیکن وہ تو گھر کے ملازموں سے بھی اپنی بات منواتی تھی۔ سارا دن علیم الدین اس کے ساتھ ہوتا۔ وہ ان کا سب سے پرانا ملازم تھا۔ سب بچوں کو اس نے گودی کھلایا تھا۔ سبرینہ کی کسی بات کو اگر پاپا یا مما رد کر دیتے تو علیم الدین اس کے حق میں کھڑا ہو جاتا۔ اسے کرکٹ کا شوق تھا۔ علیم الدین نے اس کی خاطر کرکٹ سیکھی۔ اب دونوں روز شام کو گیند اور بلا تھامے لان میں میچ کھیلتے۔ گیند کرا کرا کر علیم الدین ہانپ جاتا مگر مجال ہے جو ماتھے پہ ایک بل بھی آجائے۔

"چاچا ایک باری اور دے دیں۔" آؤٹ ہونے پہ ہمیشہ معصوم صورت بنا کر بولتی اور علیم الدین کا دل پسیج جاتا۔ اب میچ نئے سرے سے شروع ہو جاتا۔ وہ تھی بھی اتنی پیاری۔ بچپن میں کسی گڑیا کی طرح لگتی تھی۔ کیا اپنے کیا پرائے سب کو اس پہ ٹوٹ کر پیار آتا تھا۔ جس سے ملتی اسے دوست بنا لیتی۔ سب کا خیال رکھتی اور سب سے اپنا خیال رکھواتی۔ اس گھر میں اگر کوئی اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا تو وہ معید تھا۔ اس کا کتنا دل کرتا کہ وہ اس سے باتیں کرے اس کے ساتھ مختلف گیمز کھیلے' لیکن وہ تو اس کو گھاس بھی نہیں ڈالتا تھا اور پھر وہ امریکا چلا گیا۔ آٹھ سال سے وہ وہیں تھا۔ اپنی تعلیم مکمل کر کے اس نے وہیں جاب شروع کر دی تھی۔ دادو سے آئے دن اسکائپ پہ ڈھیروں باتیں کرتا' لیکن جب بھی وہ وہاں آتی تو کسی نہ کسی بہانے سے کال بند کر دیتا۔ وہ چھپ چھپ کے دونوں کی باتیں سنتی۔ دادو ہر بار اسے پاکستان واپس آنے کا کہتیں اور وہ ہر بار انہیں ٹال دیتا۔

"معید بھائی مجھ سے بات کیوں نہیں کرتے؟؟" ایک دن اس نے روتے ہوئے دادو سے پوچھ لیا تھا۔

"ارے نہیں میری گڑیا وہ کیوں تم سے بات نہیں کرے گا' بتایا تھا نہ اس نے اسے ایک ضروری کام ہے۔" دادو نے بہلا دیا' لیکن اس کی تسلی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے باقی سب کزن' پھوپھو کے بچے' ماموں اور خالہ کے بچے سب سے اس کی اچھی دوستی تھی۔ بس ایک معید ہی اسے خاطر میں نہیں لاتا تھا اور اس کا

سبرینہ کو اگنور کرنا اس کو تکلیف دیتا تھا۔ جیسے جیسے سبرینہ نے شعور کی منزلیں طے کیں وہ معید کے متعلق ضرورت سے زیادہ سوچنے لگی۔ وہ کیسا ہے' اس کا مزاج کیسا ہے' اسے کیا پسند ہے اور کیا ناپسند ہے۔ گھنٹوں دادو سے اس کے قصے سنتی اور اب تو وہ معید کا انسائیکلوپیڈیا بن چکی تھی۔ اپنے بارے میں معید کو شاید کم پتا ہو' سبرینہ کو زیادہ معلوم تھا۔ مسلسل اس کے متعلق سوچتے رہنے کے باعث وہ اس کا آئیڈیل بن چکا تھا۔ سبرینہ وہ سب کچھ کرنے کی کوشش کرتی ہے، جو معید کرتا تھا۔ وہ صبح واک اور جاگنگ کرتا تھا' سبرینہ بھی بلاناغہ واک پہ جاتی تھی۔ معید کی پسندیدہ ڈش سبرینہ کی بھی فیورٹ ہوتی تھی۔ معید کو میٹھا پسند ہے تو سبرینہ بھی میٹھے کی شوقین ہوگئی اور تو اور یہ کرکٹ کا شوق بھی معید کو دیکھ کر ہی آیا تھا۔ اسے خواب کی طرح یاد تھا کہ کسی زمانے میں معید اور عبیرہ آپی گھر کے لان میں کرکٹ کھیلتے تھے۔ اب خیر وہ کرکٹ کھیلتا تو نہیں تھا' لیکن ہاں میچ دیکھنے کا شوقین تھا اسی لیے سبرینہ کے اندر بھی ایک کرکٹر کی روح سما گئی تھی۔ دادو اور معید کی باتیں سن سن کر اسے معید بہت جانا پہچانا اپنا سا لگتا تھا۔

✿ ✿ ✿

"السلام علیکم معید بھائی' آپ اٹھ گئے۔ میں تو کب سے آپ کا انتظار کررہی تھی کہ آپ جاگیں اور میں آپ سے ڈھیر ساری باتیں کروں۔" پانچ بجے کے قریب وہ لاؤنج میں بیٹھا کافی پی رہا تھا۔ دادو شاید اپنے کمرے میں تھیں اور رافعہ کسی کام سے باہر گئی ہوئی تھی۔ سبرینہ پرجوش انداز میں بولتی اس کے پاس دھڑام سے صوفے پہ جاکر بیٹھ گئی۔ معید نے حیرت سے اسے دیکھا۔ بھوری آنکھیں' گوری رنگت اور لمبا قد' براؤن بالوں کی اونچی سے پونی ٹیل بنائے' بلیک اور مسٹرڈ شارٹ اسٹائلش کرتے کے ساتھ ٹراؤزر پہنے بے تحاشا مسکرا رہی تھی۔ معید کی حیرت اچانک ناگواری میں بدلی۔

"وعلیکم السلام۔" سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں کہتا وہ ایک دم صوفے سے اٹھ گیا تھا۔

"آپ کہاں جارہے ہیں؟ میں تو آپ سے ملنے آئی تھی۔" وہ اسے اس طرح جاتا دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ معید کچھ کہتا علیم الدین بھاگتا ہوا وہاں آگیا تھا۔

"چلو بیٹا آج کرکٹ نہیں کھیلنا۔" سبرینہ نے پہلے معید اور پھر علیم الدین کو دیکھا۔

"میں دادو کے کمرے میں جارہا ہوں چاچا۔" معید کافی کا کپ ٹیبل پر پٹخ کر چلا گیا تھا۔ سبرینہ اسے خاموشی سے جاتے ہوئے دیکھتی رہی تھی۔ دراز قد' چوڑے شانے' کریو کٹ ہیئر اسٹائل اور براؤن شلوار قمیص میں وہ بہت اسمارٹ لگ رہا تھا۔ بالکل ویسا جیسا سبرینہ نے اسے اسکائپ پہ دیکھا تھا۔ سبرینہ کو اس سے اتنی رکھائی کی توقع نہیں تھی۔ وہ بہت اپ سیٹ ہوگئی تھی' لیکن پھر علیم الدین نے اسے کھیل اور باتوں میں لگا کر اس کا موڈ بدل دیا تھا۔ وہ فطرتاً" بچی تھی۔ جس طرح چھوٹی چھوٹی باتوں پہ جلد اپ سیٹ ہوجاتی ویسے ہی مان بھی جاتی۔

"معید بھائی یہ سوئیٹ ڈش لیں نا' میں نے بنائی

ہے۔ مجھے پتا ہے آپ کو میٹھا بہت پسند ہے، مجھے بھی بے حد پسند ہے۔" فرنی کا باؤل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ اسے متاثر کرنے کے لیے اپنی بنائی ہوئی ڈش کھلانا چاہتی تھی۔ وہ بھی اس کی پسندیدہ۔

"نو تھینکس۔ میں آج کافی کھانا کھا چکا ہوں ابھی میٹھے کا موڈ نہیں۔" اس کی طرف دیکھے بغیر یہ بات اس نے دادو کو کہی تھی۔ ڈنر پہ سب گھر والے موجود تھے۔ وہ تیزی سے ڈائننگ روم سے نکل گیا تھا۔ سبرینہ تو اس کے رویے سے چپ ہو ہی گئی تھی، لیکن وہاں موجود باقی لوگ بھی اچانک سیریس ہوگئے تھے اور پھر اس خاموشی کو اخلاق صاحب نے توڑا۔

"آج سوئٹ ڈش آپ نے بنائی ہے؟" وہ پیار سے بولے تو اس نے محض سر ہلایا۔

"پھر تو پاپا ضرور کھائیں گے۔ دکھاؤ تو میری بیٹی نے کیسی فرنی بنائی ہے۔" اس نے ڈونگا ان کی طرف بڑھایا، لیکن اس بار وہ جوش و خروش نہیں تھا۔

"زبردست۔ یہ تو بہت کمال کی بنی ہے۔ بھئی لیڈیز مجھے لگتا ہے آپ لوگوں کو اب کچن سے چھٹی لے لینی چاہیے کیونکہ ہماری سبرینہ اب آپ سے زیادہ اچھی ککنگ کرنے والی ہے۔" وہ بولے تو سبرینہ کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ان کی بات سے اس کا موڈ بہت اچھا ہوگیا تھا۔

رات کو سونے لیٹی تو معید کے بارے میں ہی سوچتی رہی۔ "وہ سب کے ساتھ نارمل طریقے سے بات کرتے ہیں، لیکن پھر میرے ساتھ بات کیوں نہیں کرتے۔" یہ سچ تھا کہ معید اسے بہت کم کو لگا تھا، لیکن پھر بھی وہ اس طرح کسی کو اگنور نہیں کرتا تھا جیسا سبرینہ کو۔ اسے لگا شاید کچھ وقت لگے گا اور پھر وہ بھی سب کی طرح اس کے ساتھ نارمل ہو جائے گا، لیکن یہ اس کی بھول تھی کیونکہ آنے والے دنوں میں وہ اکثر اس کے سخت جملوں اور برے موڈ کا نشانہ بننے لگی تھی۔

دادو کی وجہ سے معید اپنی ملازمت چھوڑ کر پاکستان چلا آیا تھا اور اب اخلاق حسین کی خواہش پہ ان کا آفس جوائن کرچکا تھا۔ وہ آج کل باقاعدگی سے آفس جا رہا تھا اس دن دادو کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی، اس عمر میں یہ اونچ نیچ تو چلتی ہی رہتی تھی، فون پہ ان کی طبیعت کا سن کر وہ آج جلدی گھر آگیا تھا۔ شام تک دادو کی طبیعت کافی بہتر ہوگئی تھی۔ سبرینہ معمول کے مطابق علیم الدین کے ساتھ لان میں کرکٹ کھیل رہی تھی۔ لان سے شور کی آواز سن کر وہ ٹیرس میں آگیا تھا۔ اس کا اور سبرینہ کا کمرہ اوپر والی منزل پہ تھا۔

"یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے یہ گھر ہے یا مچھلی بازار، کسی کو احساس بھی ہے کہ دادو کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، جاہلوں کی طرح ہلڑ مچا رکھا ہے۔ ضرورت سے زیادہ سر پہ چڑھا رکھا ہے سب نے۔" بہت درشتی سے وہ سبرینہ کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتا جھاڑ رہا تھا۔

"چاچا آپ تو سمجھ دار ہیں کم سے کم آپ کو تو ان کے آرام کا خیال ہونا چاہیے تھا۔" اسے گھورتے ہوئے وہ اندر چلا گیا تھا۔ سبرینہ جہاں تھی وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ یہ بات آرام سے بھی کی جاسکتی تھی۔ اب تک وہ صرف اسے اگنور کرتا تھا۔ اس کے لیے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتا بھی تھا تو ڈھکے چھپے طریقے سے۔ آج تو اس نے حد ہی کردی تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ سبرینہ خود اپنی دادی سے کس قدر محبت کرتی ہے اور ان کی طبیعت کچھ ایسی خراب بھی نہیں ہے۔ اس نے اسے بے نقط سنائی تھیں۔ سبرینہ کے آنسو نکل آئے تھے۔ وہ روتی ہوئی بیٹ چھوڑ کر گھر کے اندر چلی گئی تھی۔ آج جو بھی ہوا گھر کے تمام ملازموں نے دیکھا اور پھر یہ بات رافعہ، اخلاق حسین اور فاخرہ بیگم تک بھی پہنچ گئی تھی۔

"تم نے سبرینہ کو ڈانٹا ہے معید؟" کسی اور نے تو اسے کچھ نہیں کہنا تھا، لیکن فاخرہ بیگم خاموش نہیں رہ سکتی تھیں۔ وہ کئی مہینوں سے معید کا سبرینہ کے ساتھ برتاؤ دیکھ رہی تھیں۔

"دادو وہ شور مچا رہی تھی، آپ کی طبیعت......" اس کی بات مکمل نہیں ہوپائی تھی اور انہوں نے اسے بیچ میں ہی ٹوک دیا تھا۔

"اس کے ساتھ ایسا مت کرو معید' جو کچھ ہوا اس میں اس کا کوئی قصور نہیں تھا میرے بچے۔۔۔ وہ تو جانتی بھی نہیں ہے تمہارے دل کا درد۔ اسے مت رلاؤ' وہ بہت محبت کرنے والی لڑکی ہے۔ اس گھر کی رونق ہے اور تم میری جان ہو۔ میں نہیں چاہتی اس کے ہونٹوں کی ہنسی تمہاری وجہ سے غائب ہو جائے۔" ان کے لہجے میں التجا تھی۔ معید سنجیدگی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"اسی لیے میں واپس نہیں آنا چاہتا تھا دادو' آپ نے مجھے بلا لیا۔ میں کچھ بھی جان بوجھ کر نہیں کرتا' لیکن وہ جب جب میرے سامنے آتی ہے تو وہ منظر ایک بار پھر میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے' وہ سب کچھ جو میں پچھلے دس سال سے بھولنے کی کوشش کر رہا ہوں اور بھول نہیں پا رہا۔" بے بسی کی انتہا یہ تھا۔

"اللہ کو یہی منظور تھا بیٹا' وہ اس کی امانت تھی اس نے واپس لے لی۔ ہم کون ہوتے ہیں اللہ کے فیصلوں میں دخل اندازی کرنے والے۔ سبرینہ کو ذمہ دار ٹھہرانا بند کرو۔ یہ باتیں ایک انیس سال کا امیچور لڑکا کرے تو سمجھ آتا ہے' لیکن تیس سال کے اپنے لائق فائق پوتے سے میں اس جذباتیت کی امید نہیں رکھتی۔ اسے اپنی بوڑھی دادی کی التجا سمجھو' میں چاہتی ہوں عمر کے اس حصے میں اس گھر میں اپنے بچوں کی خوشیاں دیکھوں' انہیں ہنستا بولتا دیکھوں۔ میری یہ خواہش پوری کرو معید۔" ان کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا۔ اچانک انہوں نے دونوں ہاتھ جوڑے۔ معید اس سب کی امید نہیں کر رہا تھا۔ اس نے فوراً" ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیے۔

"پلیز دادو۔ مجھے گناہ گار مت کریں' میں وعدہ کرتا ہوں آپ کو کبھی دوبارہ شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔" انہوں نے شفقت سے اس کا ماتھا چوم لیا۔

"جیتے رہو بیٹا' اللہ تمہیں لمبی عمر دے۔" بے دلی سے ان کی دعاؤں پہ مسکراتا وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔ آج دادو کی باتوں نے سالوں پرانے زخم ہرے کر دیے تھے۔ وہ سب جو وہ اتنے سالوں میں بھول نہیں پایا تھا اور بھولتا بھی کیسے' وہ یادیں اتنی معمولی نہیں تھیں کہ انہیں بھلایا جاتا' وہ رشتے جو دل سے جڑے ہوں انہیں کوئی کیسے فراموش کر سکتا ہے۔ وہ وقت کیسے بھولا جا سکتا تھا جب اس نے اپنے ماں باپ کو کھویا تھا اور جب اس کی زندگی کا ایک نیا باب شروع ہوا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ امریکا میں رہتا تھا' اس کی زندگی کا مدار اس کے ماں اور باپ ہی تھے۔ پاکستان میں اس کے بہت سے رشتے دار رہتے تھے' لیکن ان سے ملنا تو دو تین بار ہی ہوا تھا۔ اس کا گھر' اس کا ملک اور اس کے دوست تو سب وہیں تھے والدین کو تو کھویا ہی تھا اسے اپنا گھر' اپنے دوست بھی چھوڑنا پڑے۔ دادو' چاچا' چاچی' پھوپھو سب اس کا بہت خیال رکھتے تھے' لیکن وہ خود کو اس ماحول میں اجنبی محسوس کرتا تھا۔ وہ بہت آؤٹ اسپوکن نہیں تھا اس لیے اپنے جذبات کبھی کھل کر بیان نہیں کر پایا تھا۔ اس دن بھی وہ بہت خاموش بیٹھا تھا۔ بہت اکیلا' بہت تنہا جب وہ اس کے پاس آئی۔

"تم بڑے پاپا اور بڑی ممی کو یاد کر کے رو رہے تھے۔" پنک کلر کے خوب صورت فراک میں ہاتھ میں باربی ڈول تھامے وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ خاموشی سے اپنی آٹھ سالہ کزن کو دیکھتے ہوئے معید نے اپنی آنکھوں کے نم گوشوں کو صاف کیا جو بہت سنجیدگی سے اس سے پوچھ رہی تھی۔ کچھ بھی کہنے کی بجائے اس نے بس اثبات میں سر ہلایا۔

"دادو کہتی ہیں وہ دونوں جنت میں ہیں اور جنت بہت خوب صورت جگہ ہے۔۔۔ وہاں سب جانا چاہتے ہیں۔۔۔ جو وہاں ہوتا ہے اس کی ہر وش پوری ہوتی ہے۔۔۔ ہماری ٹیچر کہتی ہیں جنت میں سب خوش رہتے ہیں۔ کیا تمہیں اچھا نہیں لگ رہا یہ سوچ کر کہ تمہارے ممی پاپا دونوں خوش ہیں؟" اتنی سی بچی کو نہ موت کی حقیقت معلوم تھی نہ ہی اپنوں کے بچھڑنے کے دکھ سے وہ آشنا تھی' لیکن پچھلے کچھ دنوں میں دادو سے کیے گئے چھوٹے چھوٹے سوالوں کے جواب میں

اس نے جو کچھ سنا وہ اب معید سے شیئر کر رہی تھی۔ اسکول میں اسلامیات کی ٹیچر کا بتایا جنت کا تصور اس نے دادو کی بتائی بات سے تعبیر کر کے اسے احساس دلایا تھا کہ وہ اپنے ممی پاپا کے ایک اچھی جگہ چلے جانے سے غمگین مت ہو۔

"مجھے اچھا کیوں نہیں لگے گا' میں تو اس لیے اداس ہوں کیونکہ میں انہیں مس کرتا ہوں۔ میں بہت لونلی فیل کرتا ہوں۔" وہ خود محض دس سال کا تھا' اپنے سے چھوٹی بچی کی عالمانہ گفتگو سن کر شرمندہ ہوتے ہوئے اس نے وضاحت دینے کی کوشش کی۔

"لیکن تم اکیلے تو نہیں ہو' ہم سب ہیں نا تمہارے پاس۔" وہ کچھ مزید الجھا۔

"میں دراصل اپنے دوستوں کو مس کر رہا تھا۔" وہ اس کی بات سے قائل ہوئی تھی' دوستوں کو تو وہ بھی بہت مس کرتی ہے جب وہ اسکول جاتی ہے تو وہاں اسے کتنا مزا آتا ہے وہ ان کے ساتھ کھیلتی ہے اپنے کھلونے شیئر کرتی ہے' لیکن نئے دوست بنانا کون سا مشکل کام ہے۔

"تم نئے دوست بنالو' میری بیسٹ فرینڈ لندن چلی گئی تھی میں اسے بہت مس کرتی تھی پھر ممی نے کہا تم نئی دوست بنالو اور میں نے چند اور دوست بنالیے۔" اس کے پاس معید کے لیے بہترین تجویز تھی۔

"مجھے سمجھ نہیں آتا میں کس سے دوستی کروں۔" اسکول میں اس کا چند روز پہلے داخلہ ہوا تھا اور وہاں اس نے ابھی تک کسی کو دوست بنانے کے متعلق سوچا نہیں تھا کچھ تو وہ خود اتنا گھلنے ملنے والا بچہ نہیں تھا دوسرے اس کی اسکولنگ امریکا کی تھی اسے یہاں ایڈجسٹ ہونے میں کچھ مشکلات پیش آرہی تھیں اور وہ پوری طرح اپنی اسٹڈی پہ فوکس ہی نہیں کر پارہا تھا۔

"تم میرے دوست بن جاؤ' میں تم سے اپنے سب کھلونے شیئر کروں گی اور ہم دونوں خوب کھیلا کریں گے۔ تمہیں پتا ہے میرے پاس بہت سے کھلونے ہیں۔" اس نے چٹکی بجا کر اس کا مسئلہ حل کیا تھا۔ اپنا ننھا سا نازک ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ بہت اعتماد سے مسکرا رہی تھی۔

معید نے عبیرہ کا ہاتھ تھام لیا تھا اور پھر وہ ہاتھ کبھی نہیں چھوٹا تھا۔ وہ اس کی دوست تھی اور معید نے مزید کسی کو دوست نہیں بنایا۔ وہ اس کے لیے سب سے اہم تھی۔ اس کی رازدار' اس کی مسیحا اور اس کی محبت۔ دونوں کو ایک دوسرے کے ہوتے ہوئے کسی اور کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ دو سال بعد سبینہ پیدا ہوئی تو وہ بے تحاشا خوش تھی۔ معید کو بلا بلا کر دکھاتی کہ اس کے پاس ایک گڑیا سی بہن آگئی ہے۔ وہ اپنی عمر سے زیادہ سمجھ دار تھی۔ بلاوجہ ضد کرنا' شرارتیں کرنا اس کی طبیعت نہیں تھی۔ معید کے لیے وہ کسی پری کی طرح تھی جس نے اسے غم کے سمندر سے نکالا تھا۔ وہ جو خود کو بھیڑ میں بھی تنہا محسوس کرتا تھا عبیرہ نے اس کی تنہائی بانٹ لی تھی۔ دونوں ساتھ پڑھتے' ساتھ کھیلتے۔ ایک ہی اسکول تھا دونوں کا تو وہاں بھی ساتھ ساتھ ہی ہوتے۔ وہ اس سے جونیئر تھی۔

معید کو کرکٹ کا شوق تھا اور عبیرہ اپنے ڈول ہاؤس کی دیوانی تھی' لیکن معید کی خوشی کی خاطر اس نے اپنی گڑیوں کی قربانی دی اور شام کا جو وقت کھیل کا ملتا وہ اب اس کے ساتھ لان میں کرکٹ کھیلتی۔ آہستہ آہستہ معید دادو سے بھی اٹیچ ہونے لگا۔ اس کی دیکھا دیکھی اس نے اخلاق حسین کو چچا کی بجائے پاپا اور رافعہ کو ممی کہنا شروع کردیا۔ وہ دونوں بھی اسے اپنی اولاد ہی سمجھتے تھے۔ سبینہ ان دونوں سے بہت چھوٹی تھی اور وہ کبھی ان کے کھیل کا حصہ نہیں بنی تھی' لیکن عبیرہ ہر جگہ اسے اپنے ساتھ رکھتی تھی۔ اسے جہاں معید عزیز تھا وہیں اس کی چھوٹی سی بہن میں اس کی جان بستی تھی۔

وقت پر لگا کر اڑ رہا تھا' ان دونوں کی دوستی محبت میں بدل گئی تھی اور یہ ایک اوپن سیکریٹ تھا۔ گھر میں تقریباً سب ہی جانتے تھے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے کیا جذبات رکھتے ہیں۔ معید اے لیولز کے

فائنل ایئر میں تھا اور عبیرہ اے لیولز کے فرسٹ ایئر میں۔ گھر کے قریب ایک پارک میں اکثر وہ دونوں واک کے لیے آتے تھے۔ مقصد زیادہ سے زیادہ وقت ایک دوسرے کے ساتھ گزارنا تھا۔ سبرینہ اس وقت سات سال کی تھی۔ وہ بھی ضد کر کے ان کے ساتھ ہی پارک میں چلی آئی تھی۔ عبیرہ اسے انکار کرہی نہیں سکتی تھی اور معید کو اس کی خوشی منظور تھی۔ وہ پارک میں واک کر رہے تھے جب سبرینہ نے آئس کریم کھانے کی ضد کی۔ معید ان دونوں کو وہاں رکنے کا کہہ کر پارک کے کارنر پہ بنی دکان سے آئس کریم لینے چلا گیا۔ سبرینہ چھوٹی ہونے کے ساتھ ساتھ شرارتی بھی تھی' ایک جگہ ٹکتی نہیں تھی۔ اس دن بھی وہ اپنے فٹ بال سے کھیل رہی تھی' بھاگ بھاگ کر وہ کبھی پارک کے ایک کونے میں اور کبھی دوسرے کونے میں چلی جاتی۔ ایک ہٹ سے اس کا بال پارک کے جنگلے سے باہر چلا گیا۔ وہ اب لڑھکتا ہوا سڑک پر جارہا تھا۔ عبیرہ کی نظر سے بچ کر وہ بھاگتی ہوئی اپنے بال کو پکڑنے سڑک پہ چلی گئی اور اسی وقت عبیرہ نے اسے دیکھا۔ عبیرہ بھاگتی ہوئی اس کے پیچھے گئی۔ سڑک پہ اس وقت ایک بس تیز رفتاری سے چلی آرہی تھی۔ اچانک ان دونوں کو سامنے دیکھ کر ڈرائیور نے ایمرجنسی بریک لگانے کی کوشش کی۔ عبیرہ نے سبرینہ کو زور سے دھکا دے کر سڑک کے کنارے کی طرف دھکیلا' لیکن ڈرائیور کے بروقت بریک نہ لگاپانے کے باعث وہ خود بس سے ٹکرا گئی۔ معید نے وہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ دوڑتا ہوا وہ اس تک پہنچا' وہ شدید زخمی تھی۔ بس ان سے کچھ فاصلے پہ رک گئی تھی۔ بہت جلدی اسے اسپتال لے جاکر بھی اسے بچایا نہ جاسکا۔

سترہ سال کی عمر میں وہ انتقال کر گئی تھی۔ نو سال پہلے معید نے اپنے والدین کو کھویا تھا تو عبیرہ کا ساتھ ملنے پہ وہ اس غم کے شکنجے سے نکل پایا تھا۔ وہ اس کی کل کائنات تھی اور آج اس نے ایک بار پھر اپنی کائنات کھودی تھی۔ سبرینہ کو بچاتے ہوئے اس کی عبیرہ موت کی وادی میں چلی گئی تھی۔ وہ عبیرہ کی موت کا ذمہ دار سبرینہ کو سمجھتا تھا جو اگر اس دن وہاں ان کے ساتھ نہ جاتی تو آج اس کی عبیرہ زندہ ہوتی۔ وہ رضائے الٰہی تھی سب جانتے تھے' لیکن دل کو کون سمجھا سکتا ہے۔ وہ بھی عقل و خرد کا دامن چھوڑ کر جنونی ہوگیا تھا۔ سبرینہ کی شکل تک دیکھنا اسے گوارہ نہیں تھا۔ وہ سامنے آجاتی تو اس کا پارہ ہائی ہوجاتا۔ بہت تکلیف دہ تھا وہ عرصہ جو اس نے وہاں گزارا۔ اس سال اس نے اے لیولز کے ایگزام نہیں دیے تھے۔ گھر والے تو پہلے ہی غم سے نڈھال تھے اس پر معید کا رد عمل ان کو اور بھی پریشان کررہا تھا۔ ان دنوں وہ دادو سے بہت قریب ہوگیا تھا۔ ان ہی کے بہت زیادہ سمجھانے کے بعد اس نے اپنا تعلیمی سلسلہ دوبارہ شروع کیا اور پھر گریجویشن کے بعد وہ امریکا چلا گیا تھا جہاں اس کا داخلہ کولمبیا یونیورسٹی میں ہوگیا تھا۔

اپنی تعلیم ختم کرکے اس نے جاب شروع کی تھی۔ وہ پاکستان نہیں آنا چاہتا تھا' یہاں ہر طرف عبیرہ کی یادیں تھیں' وہ گھر جہاں ان دونوں نے بچپن سے جوانی میں قدم رکھا وہ وہاں آنے سے ڈرتا تھا۔ تنہائی اور بھی بڑھ جاتی تھی اور پھر یہاں وہ بھی تو تھی جس سے وہ بے تحاشا نفرت کرتا تھا' لیکن دادو کی محبت سے مجبور ہو کر وہ ایک بار پھر وہاں آگیا تھا۔ بہت کوشش کے باوجود وہ سبرینہ سے اپنی تلخی چھپا نہیں پایا تھا۔ وہ اب انیس بیس سال کا لڑکا نہیں' بلکہ تیس سال کا میچور آدمی تھا پھر بھی اس لڑکی کے لیے اس کے دل میں کوئی نرم گوشہ نہیں تھا۔ سب اس کے لہجے کو محسوس کررہے تھے یہ بات وہ اچھی طرح جانتا تھا اور اسی لیے حتی الامکان کوشش کرتا کہ اس کا سبرینہ سے سامنا نہ ہی ہو' لیکن پتا نہیں کیوں وہ ہر وقت اس کے ارد گرد ہی منڈلاتی رہتی تھی اور معید کے لیے اسے برداشت کرنا مشکل ہوجاتا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ اسٹڈی میں بیٹھا تھا' رات کے گیارہ بج رہے

تھے، لیکن اسے نیند نہیں آرہی تھی یہی سوچ کر وہ اسٹڈی میں آگیا تھا کہ کچھ دفتر کا کام ہی کرلے اسی وقت دھڑام سے اسٹڈی کا دروازہ کھلا اور کوئی تیزی سے اندر داخل ہوا۔ معید نے چونک کر دیکھا تو وہاں سبرینہ کھڑی تھی جس کے چہرے کی رنگت معید کو دیکھ کر اڑ گئی تھی۔ اچانک ہی وہ واپس پلٹی تھی کہ معید کی آواز سن کر رک گئی۔

"کچھ چاہیے؟" اب جبکہ وہ دادو سے وعدہ کرچکا تھا کہ وہ اس کے ساتھ اپنا رویہ درست رکھے گا تو اسے اپنی بات نبھانی تھی۔

"مجھے... مجھے نیند نہیں آرہی تھی اس لیے بک لینے آئی تھی۔" ڈرتے ڈرتے اس نے اپنا مدعا بیان کیا۔

"تو لو اور جاؤ۔" معید کی نظریں اب سامنے پڑے کمپیوٹر پہ تھیں۔ سبرینہ نے جلدی جلدی اپنی مطلوبہ کتاب نکالی اور وہاں سے رفوچکر ہوگئی۔ باہر نکل کے اس نے سب سے پہلے اپنا رکا ہوا سانس بحال کیا تھا۔ اسے خوش گوار حیرت ہوئی تھی ورنہ اس کی جارحانہ انٹری پہ معید سے کم سے کم وہ صلواتیں سننے کے لیے تیار تھی۔ آہستہ آہستہ معید کا رویہ اس کے ساتھ بدل رہا تھا گو کہ ان کے درمیان بات چیت نہ ہونے کے برابر تھی پھر بھی اگر اب وہ اسے اپنے سامنے دیکھتا تو پہلے کی طرح چڑتا نہیں تھا۔

اس کے اے لیولز کے ایگزام چل رہے تھے اور اس کے ساتھ پورا گھر امتحان دے رہا تھا۔

"رافعہ اس کو رات کو سوتے میں دودھ لازمی دینا۔ پڑھ پڑھ کے میری بچی کو خشکی ہوگئی ہے۔" دادو کو اس کی فکر کھائے جاتی۔

"صبح کو ناشتا لازمی کیا کرو سبرینہ، ایسے تو تم کمزور ہوجاؤ گی۔" پاپا نے اسے ناشتا نہ کرتے دیکھ کر نصیحت کی۔ رافعہ کو اس کی نیند کی فکر تھی۔

"وقت پر سویا کرو دیکھو آنکھوں کے گرد حلقے بن رہے ہیں۔" وہ پڑھائی میں آؤٹ اسٹینڈنگ تھی، لیکن جس طرح ہر کھیل، شرارت کو پورے جوش و خروش سے کرتی تھی بالکل اسی طرح پڑھائی کو بھی خود پہ سوار کرلیا کرتی تھی۔ ایگزام میں تو وہ اور بھی مصروف ہوگئی تھی۔ سارا گھر اس کی فکر میں دبلا ہو رہا تھا۔

سبرینہ کے امتحان گزرے تو ان کی پھوپھو کے بیٹے کی شادی تھی۔ سب بہت خوش تھے۔ دادو تو دو دن پہلے ہی وہاں چلی گئی تھیں۔ مہندی والی شام وہ اپنے کمرے میں تیار ہو رہی تھی۔ نارنجی اور پیلا شرارہ، خوب صورت کام والی قمیص اور اس پہ بڑا سا دوپٹا اوڑھے وہ ٹھیک ٹھاک لگ رہی تھی۔ آج اس نے بالوں کو کھلا چھوڑا ہوا تھا۔ موقع کی مناسبت سے دونوں ہاتھوں میں بھر بھر کر نارنجی اور پیلی چوڑیاں پہنی ہوئی تھیں۔ تین انچ ہیل کا سینڈل پہنے وہ لاؤنج میں آئی تو معید وہاں بے زاری سے کھڑا تھا۔ اس نے یہاں وہاں نگاہ دوڑائی، اس کو اپنے ممی پاپا کا انتظار تھا، لیکن اسے دیکھ کر معید نے اسے ساتھ چلنے کو کہا۔

"پاپا اور ممی کو جلدی پہنچنا تھا، انہوں نے کہا کہ میں تمہیں ساتھ لے کر آؤں۔" اس پر ایک نگاہ ڈال کر وہ تیزی سے لاؤنج سے باہر نکل گیا تھا۔ سبرینہ اس کی پیروی میں باہر نکلی۔ معید کے مطابق اس نے اپنی رفتار بڑھا دی۔ پتا نہیں وہ کب سے اس کا انتظار کر رہا تھا اسے ڈر تھا وہ کسی بھی لمحے اپنا غصہ اس پہ نکال سکتا تھا۔ تیزی سے وہ گاڑی کی طرف بڑھی کہ ہائی ہیل کی وجہ سے پاؤں پھسلا اور وہ گرنے ہی والی تھی کہ معید نے جھٹکے سے اس کا بازو تھام لیا۔ وہ گری نہیں تھی، لیکن گاڑی کے بونٹ سے ضرور ٹکرائی تھی۔ چوٹ گاڑی سے ٹکرانے سے نہیں لگی تھی، اس کی چوڑیوں سے بھری کلائی معید کے ہاتھ میں تھی، بہت سی چوڑیاں ٹوٹ کر زمین پر گری تھیں۔ اس کی کلائی بھی اچھی خاصی زخمی ہوگئی تھی۔ معید ایک دم گھبرا گیا تھا۔

"آئی ایم سوری، میں تو تمہیں گرنے سے بچانا چاہتا تھا۔" معید اس کی زخمی کلائی دیکھ کر بے حد شرمندہ ہو رہا تھا۔ اس کا مقصد تو سبرینہ کی مدد کرنا تھا، لیکن یہاں تو الٹی آنتیں گلے پڑ گئی تھیں۔

"میں ٹھیک ہوں۔" اپنے بازو سے رستے خون سے زیادہ اسے اپنی چوڑیوں کے شہید ہونے کا غم تھا جو وہ بہت شوق سے لے کر آئی تھی۔

"اندر چلو میں بینڈیج کر دیتا ہوں۔" وہ اس کے چہرے پہ پریشانی اور تکلیف دیکھ رہا تھا۔

"اٹس اوکے معید بھائی۔ ہم پہلے ہی لیٹ ہو چکے ہیں اس طرح مزید دیر ہو جائے گی۔ بینڈیج رہنے دیں میں آکر کوئی میڈیسن لگالوں گی۔" وہ اسے بلاوجہ زحمت نہیں دینا چاہتی تھی۔ معید اس کی بات پہ دھیان دیے بغیر اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے آیا تھا۔ اسے صوفے پہ بٹھا کر وہ خود فرسٹ ایڈ باکس لینے چلا گیا تھا۔ سبرینہ خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کا یہ بدلا ہوا روپ سبرینہ نے پہلی بار دیکھا تھا۔ کیا معید اتنا کیئرنگ بھی ہو سکتا ہے۔ چند منٹ بعد وہ کمرے میں آیا تو اس کے ہاتھ میں فرسٹ ایڈ باکس تھا۔

اس کے بازو پر پراپر قسم کی بینڈیج کر کے وہ فرسٹ ایڈ باکس بند کرتا کھڑا ہو گیا تھا۔

"چلیں؟" سبرینہ ایک بار پھر اس کی تقلید میں باہر نکلی۔

"سنبھل کے چلو۔" وہ جب گاڑی کے قریب پہنچی تو اسی مقام پر جہاں وہ پہلے پھسلی تھی معید نے اس کا ہاتھ آہستہ سے پکڑا اور اسے گاڑی میں بیٹھنے میں مدد کی۔ سبرینہ کے لیے آج کی شام تاریخی تھی۔ تمام راستہ خاموشی سے گزرا۔ فنکشن میں بھی دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی وہ اپنی دوسری کزنز کے ساتھ تھی، لیکن گاہے بگاہے اس کی نگاہ معید پر پڑ جاتی تھی۔ اس بھرے پنڈال میں بھی وہ اسے سب سے الگ تھلگ اور زیادہ تر خاموش ہی بیٹھا نظر آیا۔

"تمہاری کلائی کیسی ہے اب؟" ناشتے کے لیے وہ دیر سے آئی تھی اس وقت تک سب لوگ ناشتا کر چکے تھے۔ معید شاید کہیں جا رہا تھا اور اسے دیکھ کر رک گیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" جواب مختصر آیا تھا۔ عجیب صورت حال تھی جب اس کے پاس اس شخص سے کرنے کے لیے ڈھیروں باتیں تھیں تو یہ اس سے بات نہیں کرتا تھا اب جب سبرینہ محتاط ہو گئی تھی اور کچھ کچھ اس کے مزاج سے خوف زدہ بھی تھی تو وہ اس سے چھوٹی موٹی بات کرتے ہوئے بھی گھبرانے لگی تھی۔

"درد تو نہیں ہو رہا اب زیادہ؟" اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"سوری مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ تمہیں اتنی چوٹ لگ جائے گی، ذہن میں ہی نہیں رہا کہ تم نے چوڑیاں پہنی ہوئی ہیں، میں تو تمہیں سپورٹ کرنا چاہتا تھا بس۔" وہ اپنی شرمندگی کا ایک بار پھر اظہار کر رہا تھا۔ وہ خود بہت حساس طبیعت رکھتا تھا، اس کی وجہ سے سبرینہ کو چوٹ لگی تھی اتنا تو وہ کر ہی سکتا تھا کہ اس کا حال احوال پوچھ لے۔

"اٹس اوکے، آپ کی غلطی نہیں تھی، ہائی ہیل کے ساتھ مجھے ہی سنبھل کر چلنا چاہیے تھا۔" سبرینہ سے اس کی پشیمانی ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

"چلو میں چلتا ہوں اور ہاں آج بینڈیج بدل لینا۔" اسے تاکید کرتا وہ کمرے سے نکل گیا تھا۔ سبرینہ کا دل تو بلیوں اچھل رہا تھا۔ کہاں اتنا روڈ اور کہاں ایسا سوفٹ سپوکن اور کیئرنگ۔ اس بندے کے اس روپ سے تو اس کا اب واسطہ پڑا تھا۔

✵ ✵ ✵

"امی کل آپ کو میں نے مسز خالد سے ملوایا تھا، وہ جن کے ہزبنڈ آرمی میں ہیں۔ آپا کی سسرالی رشتے دار ہیں۔" رافعہ ساس سے کسی خاتون کا تذکرہ کر رہی تھیں۔

"ہاں مجھے یاد ہے، کافی ملنسار اور سلجھی ہوئی خاتون ہیں۔" اخلاق صاحب کے ساتھ ساتھ معید اور سبرینہ بھی ان کی گوسپ سن رہے تھے۔

"امی مجھے لگتا ہے وہ اپنی بیٹی کے لیے ہمارے معید میں انٹرسٹڈ ہیں۔ انہوں نے ڈائریکٹ تو کچھ نہیں کہا، لیکن جس طرح وہ اپنی بیٹی کے متعلق مجھے بتا رہی تھیں

اور پھر بار بار معید کا ذکر کر رہی تھیں اور اسے سراہ رہی تھیں میرا خیال ہے وہ رشتہ کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔" دادو تو دلچسپی سے ان کی بات سن رہی تھیں، اخلاق صاحب اور معید نے ان کی طرف دیکھا۔ رافعہ نے مسکراتے ہوئے معید کی طرف دیکھا۔

"تم ملی ہو ان کی بیٹی سے 'لڑکی اگر اچھی ہے تو پھر بات چلائی جاسکتی ہے۔" انہوں نے معید کی طرف دیکھتے ہوئے پیار سے کہا، لیکن اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔

"لڑکی دیکھی ہے میں نے، مجھے تو اچھی لگی ہے۔"

سبوینہ سر جھکائے ان لوگوں کی باتیں سن رہی تھی، یکایک کھانے سے اس کی دلچسپی ختم ہو گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا اسے یہ سب سن کر غصہ کیوں آرہا ہے۔ ساجد بھائی (پھوپھو کے بیٹے) کی شادی اور ان کے لیے لڑکیاں دیکھنے جانے پہ سبوینہ بڑے شوق سے ان باتوں میں حصہ لیتی تھی پھر اب کیوں اسے اچھا نہیں لگ رہا۔ معید کی شادی کا تذکرہ ہونے سے اسے کیوں تکلیف ہو رہی تھی۔ اپنی حالت پہ حیرت کرتی وہ ایک دم ہی وہاں سے اٹھی تھی۔

"تم کہاں جارہی ہو؟" رافعہ نے اسے اچانک جاتا دیکھ کر سوال کیا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے ممی۔" ایک دم ہی وہ ڈائننگ روم سے نکل گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ کوئی اس کے اس طرح کھانا چھوڑ کے جانے پہ تبصرہ کرتا معید نے سب کو اپنی طرف متوجہ کرلیا تھا۔

"ممی آپ میری شادی کا قصہ رہنے دیں۔ میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا ہوں۔" وہ تینوں اس کی شکل دیکھ رہے تھے۔

"لیکن بیٹا شادی کی ایک عمر ہوتی ہے اور پھر کب تک ایسے پھرتے رہوگے۔ میری بھی خواہش ہے کہ تمہارے سر پہ سہرا سجا دیکھوں۔" رافعہ کی بجائے دادو بولی تھیں۔

"دادو پلیز، آپ کے کہنے پہ میں پاکستان اس لیے واپس نہیں آیا تھا کہ آپ لوگ میری شادی کروادیں۔ میں فی الحال اس ٹاپک پہ سوچنا بھی نہیں چاہتا۔" وہ دو ٹوک انداز میں کہہ کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

"یہ کب تک شادی سے بھاگتا رہے گا۔" رافعہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"وہ اگر ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا تو آپ لوگ اس کو فورس مت کریں۔" اخلاق صاحب نے پہلی بار مداخلت کی تھی۔

"کب تک اخلاق، آخر کب تک؟ وہ جس کا غم دل سے لگائے بیٹھا ہے وہ میری بھی اولاد تھی جب میں اس غم کے باوجود نارمل زندگی گزار رہی ہوں تو وہ کیوں نہیں گزار سکتا۔ میں نے کبھی اس میں اور اپنی اولاد میں فرق نہیں کیا' اگر میری اولاد خوش نہیں ہوگی تو میں کیسے سکون سے رہ سکوں گی۔ اس کی خاموشی اور اداسی دیکھ کر دل کٹتا ہے۔ آپ اسے سمجھائیں اگر اس کا گھر بس جائے گا تو ہم بھی اپنے ایک فرض سے سبکدوش ہوجائیں گے۔" بات کرتے کرتے وہ رو پڑی تھیں۔ رافعہ ٹھیک کہہ رہی تھیں معید کب تک عبیرہ کا غم سینے سے لگا کر پھرتا رہے گا۔

"پتا نہیں اللہ نے میرے بچے کے نصیب میں کیا لکھا ہے۔ پہلے ماں باپ اور پھر عبیرہ، بہت چاہتا تھا اسے....." دادو فرط جذبات سے مزید کچھ بول نہیں پائی تھیں۔ ان کی آنکھیں نم تھیں۔ اخلاق صاحب خاموشی سے وہاں سے اٹھ گئے تھے۔

☼ ☼ ☼

"آج کرکٹ نہیں کھیلنی بیٹا۔" علیم الدین ٹھیک پانچ بجے سبوینہ کے پاس سب کام ختم کرکے آگیا تھا، لیکن ہر روز کی طرح آج اس کا موڈ کھیلنے کا نہیں تھا۔

"دل نہیں کر رہا چاچا۔" وہ لاؤنج میں چپ چاپ بیٹھی تھی، سامنے ٹی وی چل رہا تھا، لیکن اس کی صرف نظریں ٹی وی پر مرکوز تھیں، اس کا دھیان کہیں اور ہی تھا۔ چند دن سے وہ بہت چپ چاپ اور خاموش رہنے لگی تھی۔ زیادہ وقت اپنے کمرے میں ہی گزارتی۔ محض کھانے کے وقت باہر نکلتی اور ہر اس جگہ سے اجتناب کرتی جہاں معید موجود ہوتا۔ کھانا اور ناشتا

ساتھ کھانا چونکہ ایک مجبوری تھی' مگر اس کے سوا وہ اب ان سب کے بیچ نہیں بیٹھتی تھی۔

"آپ نے نوٹ کیا ہے اخلاق' سبین یہ آج کل کچھ چپ چپ سی ہے۔ پہلے کی طرح ہنسنا بولنا' بات بے بات ضد کرنا ہمارے ساتھ بیٹھنا سب چھوڑ دیا ہے اس نے' میں نے کئی بار اسے کمرے سے بلوایا' لیکن وہ کوئی نہ کوئی مصروفیت کا بہانہ بنا کر تھوڑی سی دیر میں چلی جاتی ہے۔ علیم الدین کے ساتھ کرکٹ کھیلنا تک چھوڑ دیا ہے۔" رافعہ اس کے بدلے ہوئے رویے سے پریشان تھیں۔ صرف اس نے ہی نہیں یہ بات تو گھر کے باقی افراد نے بھی نوٹ کی تھی۔ دادو بھی اس سے پوچھ چکی تھیں۔

"بڑی ہو رہی ہے وہ رافعہ' اور عمر کے ساتھ شخصیت میں چھوٹی موٹی تبدیلیاں تو آتی ہیں۔ تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو۔ اب کیا ساری عمر وہ چھوٹے بچوں کی طرح ہی ہو کرتی رہتی۔" اخلاق صاحب نے اسے تسلی دی۔

"پھر بھی آپ بات تو کریں آخر معاملہ کیا ہے۔ کبھی کبھی لگتا ہے وہ کسی گہری سوچ میں ہے۔ اکیلی بیٹھی رہتی ہے اور اگر بلاؤ تو ایسے چونکتی ہے جیسے کوئی چوری پکڑی گئی ہو۔" رافعہ کی بات پر اخلاق صاحب بھی سوچ میں پڑ گئے تھے۔

"ماں باپ ہونا بھی کتنی بڑی آزمائش ہے' ایک معید ہے جسے اپنا دکھ ہی سب سے بڑا لگتا ہے اور ایک سبین ہے جو اپنی خوشی کا ہی سوچتی ہے' دونوں ایک جیسے من مانی کرنے والے۔ کبھی کبھی میں سوچتی ہوں اللہ نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا مجھ سے میری عبیرہ لے کر' وہ ان دونوں سے کتنی مختلف تھی سب کا خیال رکھنے والی' سب کا دکھ کرنے والی' سب کا سوچنے والی۔ خود سے زیادہ اسے سب گھر والوں کی فکر رہتی تھی۔ آج اگر وہ ہوتی۔۔۔۔"

"انسان کتنا بھی صبر کرلے جوان اولاد کا غم کہاں بھولتا ہے۔" اخلاق حسین نے ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے انہیں حوصلہ دیا۔

"صبر کرو رافعہ' اللہ سے شکوہ نہیں کرتے بلکہ اس کا شکر ادا کرو کہ اس نے ہمیں دوسری اولاد کی نعمت سے نوازا ہے۔ ان شاء اللہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"ان شاء اللہ۔" رافعہ نے آنسو پونچھتے ہوئے ان کی تائید میں کہا تھا۔

☆ ☆ ☆

موسلادھار بارش ہو رہی تھی۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے اور سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔ ٹیرس کی طرف کھلنے والی ونڈو کے پردے ہٹا کر معید نے آسمان کی طرف دیکھا جہاں گھنگھور بادل چھائے ہوئے تھے۔ اچانک اس کی نظر ٹیرس میں گرتی تیز بارش کی بوندوں پر پڑی اور پھر اس نے وہاں سر جھکائے بیٹھی سبین کو دیکھا جو طوفانی بارش میں بھیگ رہی تھی۔ اسے شدید حیرت ہوئی۔ سبین اور اس کا کمرہ اوپر والے فلور پہ تھا اور دونوں کے کمرے کا دروازہ ٹیرس کی طرف کھلتا تھا۔

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے اتنی تیز بارش میں بھیگ رہی ہو۔" وہ تیز لہجے میں اسے ڈپٹ رہا تھا' لیکن سبین نے اس کی موجودگی کو نہ صرف نظر انداز کیا تھا بلکہ اس کی بات پہ سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔

"سبین میں تم سے کہہ رہا ہوں' یہ کون سا موقع ہے ایڈونچر کرنے کا۔ آدھی رات کو یہاں بیٹھی بھیگ رہی ہو' تم بیمار ہو جاؤ گی۔" اب کے لہجہ نرم تھا' لیکن اس بار بھی کوئی رد عمل نہیں ہوا تھا۔ وہ جیسے اس کی بات سن ہی نہیں رہی تھی۔

"چلو اندر چلو۔۔۔" اسے سبین ٹھیک نہیں لگ رہی تھی اس کا ہاتھ پکڑ کر اب وہ اسے اندر لے جانا چاہتا تھا۔

"آئی لو یو۔۔۔" معید کو لگا اسے سننے میں کچھ غلطی ہوئی ہے۔

"واٹ۔" سبین نے اس بار سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور آسمان سے برستا

پانی اس کی آنکھوں کی برسات پہ پردہ ڈال رہا تھا۔

"مجھے آپ سے محبت ہوگئی ہے۔" معید کو اس کی بات سن کر کرنٹ لگا تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ چھوڑا تھا۔

"کیا بکواس کررہی ہو' دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا۔" وہ اب بھی اس کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بے خوفی سے۔ معید کو اس وقت وہ اپنے حواسوں میں نہیں لگی تھی۔

"بہت چاہتی ہوں میں آپ کو... دن رات آپ کے بارے میں سوچتی رہتی ہوں... کچھ بھی اچھا نہیں لگتا... مجھے لگتا ہے مجھے آپ سے محبت ہوگئی ہے... بے تحاشا عشق۔" رک رک کے بولتی وہ اسے اپنی کیفیت بتارہی تھی۔

"تم پاگل ہوگئی ہو... اسے عشق نہیں دیوانگی کہتے ہیں' کبھی سوچا ہے کسی کو یہ بات پتا چل گئی تو سب تمہارے بارے میں کیا سوچیں گے... میرے بارے میں کیا سوچیں گے...." وہ غصے میں بولتا بولتا خاموش ہوگیا۔

"اپنی اور میری عمر کا فرق تو دیکھو۔ بچی ہو تم چھوٹی سی ابھی... بارہ سال بڑا ہوں میں تم سے۔ مجھ سے ایسی بات کرتے شرم نہیں آئی تمہیں۔" ایک لمحے کے تامل کے بعد وہ پھر شروع ہوگیا تھا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے... دادو کہتی ہیں دادا اور ان کا ایج ڈیفرنس سترہ سال تھا۔" وہ اس کی بات کے جواب میں تحمل سے بولی تھی۔

"تم سچ مچ پاگل ہوگئی ہو... بھاڑ میں جاؤ۔" وہ پیر پٹختا آگ بگولا ہوتا وہاں سے چلا گیا تھا۔ چپ چاپ وہ اسے ٹیرس سے جاتا دیکھتی رہی تھی۔

رات بھر بارش میں بھیگی تھی۔ طبیعت تو خراب ہونی ہی تھی۔ پورا جسم درد سے ٹوٹ رہا تھا۔ ملازمہ ناشتے کے لیے بلانے آئی تو بمشکل اٹھ کر ڈائننگ ہال تک آئی۔ اندر آتے ہی اس کا سامنا معید سے ہوا جس نے ناشتا کرنا شروع کیا تھا۔ کرسی کھینچ کر وہ اس کے سامنے بیٹھی' لیکن وہ فوراً" کھڑا ہوگیا۔

"تم کہاں جارہے ہو..." دادو نے اسے ٹوکا۔

"مجھے یاد آیا آج مجھے آفس جلدی جانا تھا۔" سبرینہ نے سر اٹھا کر نہیں دیکھا' وہ معید سے اسی رد عمل کی امید کررہی تھی۔

"پہلے ناشتا تو کرلو۔" رافعہ کی بات پہ اس نے انہیں تسلی دی کہ وہ آفس میں ناشتا کرلے گا اور باہر جانے لگا۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک ہے سبرینہ۔" رافعہ کی فکرمند سی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

"تمہیں تو بہت تیز بخار ہے۔" انہوں نے اس کے تپتے ہوئے ماتھے کو چھوا۔ معید لب کاٹتا باہر نکل گیا۔

اگلے دو دن وہ شدید بخار میں مبتلا رہی تھی۔ سارا گھر اس کی وجہ سے پریشان تھا سوائے معید کے جس نے ایک بار بھی اس کے کمرے میں جاکر اس کی خیریت دریافت نہیں کی تھی۔ تیسرے دن اللہ اللہ کرکے اس کا بخار اترا اور وہ کمرے سے باہر نکلی۔ گھر والوں نے سکھ کا سانس لیا۔ معید نے جان بوجھ کر خود کو آفس میں ضرورت سے زیادہ مصروف کرلیا تھا۔ ان دنوں وہ لیٹ آتا تھا اور جلدی گھر سے نکل جاتا تھا۔

☆ ☆ ☆

"سبرینہ بی بی' معید صاحب ابھی تک گھر نہیں آئے ہیں کیا آپ انہیں کھانا گرم کردیں گے۔ بڑی بی بی کا حکم ہے انہیں رات کو کھانا کھائے بغیر سونے نہ دیا جائے۔ میرے سر میں شدید درد ہے' میں سوچ رہی تھی اپنے کوارٹر میں جاکر دوا لے لوں اور سوجاؤں۔" سبرینہ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی کوئی پروگرام دیکھ رہی تھی جب گھر کی ملازمہ نے آکر اسے اپنی طبیعت کی خرابی کا بتایا۔ وہ معید کو کھانا دینے کی وجہ سے ہر روز دیر تک وہاں رکتی تھی۔ باقی سب لوگ تو سوچکے تھے بس سبرینہ جاگ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے میں دے دوں گی کھانا۔" کئی دن سے اس کا معید سے آمنا سامنا نہیں ہوا تھا۔ پتا نہیں وہ

کیسے ری ایکٹ کرے گا۔ وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اسے معید کی گاڑی کی آواز آئی۔ وہ جلدی سے کچن میں چلی گئی۔ کھانا گرم کرکے اس نے ڈائننگ ٹیبل پہ لگایا اور اب معید کے آنے کا انتظار کررہی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ کپڑے چینج کرکے کچن میں داخل ہوا اور اسے وہاں دیکھ کر ٹھٹک کررک گیا۔ اس کی آنکھوں میں سبرینہ کے لیے واضح ناپسندیدگی تھی۔ وہ ایک دم وہاں سے پلٹا تھا۔

"آپ کھانا نہیں کھائیں گے۔ دادو کی ہدایت ہے کہ آپ کو بھوکے نہ سونے دیا جائے۔" وہ اس کی بات سن کررک گیا تھا' لیکن پلٹ کر دیکھا نہیں تھا۔

"میں جانتی ہوں آپ مجھ سے خفا ہیں' لیکن کھانے سے کیا ناراضی۔ اس دن میں نے جو کچھ کہا۔۔۔" وہ بجلی کی سی تیزی سے پلٹا تھا۔

"سبرینہ اب وہ فضول بات دوبارہ شروع نہ کردینا کیا سمجھتی ہو تم خود کو' کسی رومانوی داستان کی ہیروئن۔ تم ہو کیا چیز ہاں؟ تمہیں پتا بھی ہے میں تمہارے بارے میں کیا سوچتا ہوں۔" اس کا لہجہ سبرینہ کو خوف زدہ کررہا تھا۔

"بڑے دھڑلے سے اس دن تم نے مجھے کہا تھا نہ کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے' لیکن کیا تمہیں پتا ہے میرے دل میں تمہارے لیے کیا جذبات ہیں۔ بتاؤں تمہیں؟" سبرینہ کی آنکھوں میں سوال تھا۔

"میں تم سے نفرت کرتا ہوں۔۔۔ شدید نفرت کرتا ہوں' میں تم سے۔۔۔ جانتی ہو کیوں۔۔۔؟ کیونکہ تمہاری وجہ سے میری دوست' میری محبت' میری عبیرہ مجھ سے دور ہوگئی۔۔۔ سبرینہ تمہاری وجہ سے۔۔۔ تم اپنی بہن کی موت کی ذمہ دار ہو۔" اس کا انکشاف سبرینہ کو مبہوت کرگیا تھا۔

"تم وجہ ہو میری عبیرہ کی موت کی۔ تمہیں بچاتے بچاتے وہ خود موت کی نیند سوگئی۔ اس دن تم نے تو صرف اپنی بہن کو کھویا تھا نہ' لیکن میں نے اپنی خوشی اپنی محبت کھوئی تھی۔ وہ میرا واحد سہارا تھی۔ آج بھی اپنے ہاتھ میں اس کے ننھے ہاتھوں کا لمس محسوس کرتا ہوں جب اس نے پہلی بار میرا ہاتھ تھاما تھا۔ میں اس کے بغیر ادھورا ہوں' زندہ ہوں' لیکن مردے سے بدتر۔۔۔ جب تمہیں دیکھتا ہوں میرا غم اور بھی بڑھ جاتا ہے اور تم کہتی ہو تمہیں مجھ سے محبت ہے۔ تمہیں اپنے سامنے برداشت کرنا میرے لیے کتنا اذیت ناک ہے اگر تم جان پاتیں تو کبھی میری نظروں کے سامنے نہ آتیں۔" وہ تلخی سے بولا تھا۔

سبرینہ ناقابل یقین حیرت سے گنگ کھڑی اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اسے آج پتا چلا تھا کہ معید اتنے سالوں سے اس کی صورت سے کیوں بےزار تھا۔ وہ کیوں اس کے ساتھ بات نہیں کرتا تھا۔ وہ اس کی بہن سے۔۔۔ سبرینہ چکرا گئی تھی۔ وہ کیسے اپنی بہن کی قاتل ہوسکتی ہے۔ اس نے وہ سب جان بوجھ کے تو نہیں کیا تھا' لیکن معید۔ اپنے کمرے میں بیٹھی وہ زاروقطار رو رہی تھی۔ وہ راز جو اتنے سالوں سے اس کے گھر والوں کے سینے میں تھا آج اس پہ افشاں ہوا تھا۔ وہ رات قیامت کی رات تھی۔ سبرینہ نے اس سے پہلے خود کو اتنا حقیر کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ محبت کے درد سے وہ پچھلے کچھ ہفتوں میں آشنا ہوئی تھی اور دل ٹوٹنے کا عذاب کتنا جان لیوا ہوتا ہے وہ سمجھ سکتی تھی۔ اپنی کیفیت کو سامنے رکھتے ہوئے اسے معید کا رویہ حق بجانب لگ رہا تھا۔ وہ اسے عبیرہ آپی کی موت کا ذمہ دار سمجھتا تھا اس بات سے اسے بہت تکلیف ہوئی تھی' لیکن وہ اگر اسے اپنی نظروں کے سامنے نہیں دیکھنا چاہتا تھا تو وہ اس کے سامنے نہیں آئے گی اس نے تہیہ کیا تھا کیونکہ وہ اسے تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی۔

☆ ☆ ☆

"بھئی ہماری سبرینہ نے تو کمال کردیا ہے' اتنا شاندار رزلٹ آیا ہے اس کا کہ میرا سر تو فخر سے بلند ہوگیا ہے۔" اس کا اے لیول کا رزلٹ دیکھ کر اخلاق حسین نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے اسے مبارک باد دی۔ دادو اور رافعہ بھی بےتحاشا خوش تھیں۔ گھر میں تو آج جیسے عید کا سماں تھا۔ تمام ملازمین اسے مبارک

یاد دے رہے تھے۔ پوری فیملی میں اس جیسا رزلٹ کسی کا نہیں آیا تھا۔ وہ چہرے پہ زبردستی کی مسکراہٹ سجائے ان سب لوگوں کی خوشی میں خوش ہو رہی تھی۔

"اب آگے کا کیا سوچا ہے؟" اخلاق حسین نے کافی کا کپ ٹیبل سے اٹھاتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"کینئیرڈ میں لے گی ایڈمیشن سبرینہ۔" اس کے بولنے سے پہلے رافعہ بولی تھیں۔

"نہیں ممی' میں اپنی انڈر گریجویٹ اسٹڈیز کسی فارن یونیورسٹی سے کرنا چاہتی ہوں۔" اس کی بات پر سب ہی حیران ہو گئے تھے۔

"فارن یونیورسٹی' دماغ تو درست ہے تمہارا' پتا ہے وہاں ہمارے بغیر رہنا پڑے گا۔ کیسے رہو گی تم ہم سب کے بغیر اور ہم سے اتنی دور؟ کوئی ضرورت نہیں ایسی بے وقوفانہ بات سوچنے کی۔" رافعہ نے اسے فوراً" ہی جھاڑ دیا تھا۔

کون سی یونیورسٹی میں ایڈمیشن لینا چاہتی ہو؟" رافعہ کے ساتھ دادو نے بھی چونک کر اخلاق حسین کی طرف دیکھا تھا جو نہایت سنجیدگی سے اس کو دیکھ رہے تھے۔

"کولمبیا۔" وہ سر جھکائے بولی۔

"ایڈمیشن اسیسمنٹ (داخلہ کا بندوبست) کے لیے اپلائے کیا ہے؟" ان کا لہجہ اور باڈی لینگویج کچھ ایسی تھی کہ رافعہ یا دادو نہیں ٹوک نہیں پائیں جیسے وہ اس وقت اپنے اور سبرینہ کی گفتگو کے درمیان کسی تیسرے کی مداخلت کو پسند نہیں کریں گے۔

"جی' وہاں سے اپروول لیٹر (منظوری کا خط) بھی آگیا ہے۔" انہیں اسی جواب کی توقع تھی۔

"مجھے تفصیلات ای میل کر دینا۔ تمہارا ایڈمیشن ہو جائے گا۔" سبرینہ ان کی بات ختم ہونے پر وہاں سے اٹھ گئی تھی اسے پاپا کے رویے پہ حیرت ہوئی تھی انہوں نے بغیر کسی اعتراض کے اسے امریکہ بھیجنے کی حامی بھرلی تھی۔

"یہ کیا کر رہے ہو اخلاق' وہ کیسے جا سکتی ہے اتنی دور' اکیلی کیسے رہے گی وہاں۔ بغیر سوچے سمجھے جوان بچی کو یوں پردیس بھیج دو گے۔" سبرینہ گھر سے چلی جائے گی دادو کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

"وہ چھوٹی بچی نہیں ہے امی کر لے گی وہ سب مینیج' لڑکے کو پڑھنے باہر بھیج سکتا تھا تو لڑکی کو کیوں نہیں' میرے لیے تو میرے دونوں بچے برابر ہیں۔ آپ لوگ بھی اپنا دل بڑا کریں۔ سوچا ہے' کبھی کتنے لوگوں کو وہاں آسانی سے ایڈمیشن ملتا ہے۔ اس میں صلاحیت ہے اس کے حوصلے پست نہ کریں۔" اخلاق حسین کی بات پہ رافعہ نے پہلو بدلا تھا اور دادو کا بھی منہ بن گیا تھا لیکن ان کے فیصلے کے آگے کوئی کچھ نہیں بولا تھا۔

"اگلے کچھ ہفتوں میں وہ ایڈمیشن کے مراحل سے گزر کر اپنی امریکہ روانگی کی تیاری کر رہی تھی۔ معید کو دادو کی زبانی اس کے کولمبیا میں ایڈمیشن اور امریکہ جانے کا پتا چلا تھا لیکن اس نے اس پر کوئی رائے نہیں دی تھی۔ ایک طرح سے اس نے سکون کا سانس لیا تھا۔ وہ وہاں سے نہیں جا سکتا تھا کیونکہ دادو سے وعدہ کر چکا تھا' اچھا ہے سبرینہ چلی جائے تو اس کے لیے آسانی ہو جائے گی۔ وہ گھر میں زیادہ وقت نہیں گزارتا تھا لیکن پھر بھی وہ اس کی ہر حرکت پہ نظر رکھتا تھا۔

اس دن کے بعد سبرینہ نے کبھی اس سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی پھر بھی اسے خدشہ تھا کہ اپنے بچپنے میں وہ یہ بات کسی سے کہہ نہ دے لیکن اتنے مہینوں میں بھی جب یہ قصہ کسی کے کانوں تک نہیں پہنچا تو وہ کافی مطمئن ہو گیا تھا اور اب تو وہ خود اگلے چار سال کے لیے نیویارک جا رہی تھی۔ اس کا مطلب وہ آگے بڑھ چکی تھی۔ وہ خوش تھا کہ اس کی بے وقوفانہ بات گھر کے کسی بھی فرد کو نہیں معلوم تھی لیکن یہ اس کی غلط فہمی تھی۔ اس دن جب وہ رات کو سبرینہ پہ برس رہا تھا تو وہ دونوں نہیں جانتے تھے کہ اخلاق حسین کچن کے باہر کھڑے سب کچھ سن رہے تھے۔ وہ اپنی اسٹڈی میں تھے اور معید کا ہی انتظار کر رہے تھے کہ انہیں اس سے کچھ دفتری امور پر تبادلہ خیال کرنا تھا۔ معید کی گاڑی کی آواز سن کر وہ باہر نکل آئے تھے جب کچن سے معید کی غصے میں بھری آواز ان کی سماعتوں سے ٹکرائی۔ انہیں سبرینہ کا بدلا ہوا رویہ اور اس کے

گم صم رہنے کی وجہ سمجھ آگئی تھی۔ لیکن جو کچھ معید نے کہا اس سے ان کے دل کو تکلیف پہنچی تھی وہ انہیں بہت پیاری تھی اور انہیں سمجھ نہیں آتا تھا کہ وہ اسے کیسے اس تکلیف سے نکالیں اور ان کی یہ مشکل سبرینہ نے ہی آسان کردی تھی۔ وہ باہر خود کو اس ماحول سے دور لے جائے اس طرح وہ یہ سب بھول جائے گی۔ وہ جانتے تھے فی الحال یہ سب وہ فرار کے لیے کررہی ہے لیکن شاید اس کے حق میں یہی بہتر تھا۔

اس کا کولمبیا یونیورسٹی سے ملحق کولمبیا کالج میں داخلہ ہوگیا تھا۔ اس نے انگلش اور کمپیوٹر لٹریچر کا انتخاب کیا تھا۔ اخلاق حسین اس کے داخلے اور رہائش کے تمام انتظامات کرنے خود اس کے ساتھ آئے تھے۔ براڈوے پہ وے ہوسٹل انٹرنیشنل' نیویارک میں اس کی رہائش کا انتظام ہوگیا تھا۔ یہ جگہ یونیورسٹی سے محض دو تین منٹ کی واک پہ تھی۔ اس کی کلاسز شروع ہونے میں ایک ہفتہ باقی تھا اور اس کے لیے یہ وقت کافی تھا اپنے اردگرد اور ماحول کو سمجھنے کے لیے۔ وہ نیویارک میں تھی۔ امریکیوں کا دل پسند شہر۔ معید کا شہر۔ وہ یہیں پیدا ہوا تھا اور یہیں اس نے اپنی زندگی کے اٹھارہ سال گزارے تھے۔ سبرینہ سے زیادہ شاید ہی کوئی اس شہر میں اتنی کشش رکھتا ہوگا۔ کیا نہیں تھا یہاں 'ٹورسٹوں کی جنت' دنیا کی سب سے بڑی بزنس ڈسٹرکٹ' یونائیٹڈ نیشن کا ہیڈ کوارٹر' وال اسٹریٹ' مجسمہ' آزادی لیکن سبرینہ یہاں صرف معید کی وجہ سے آئی تھی۔ وہ یہاں نہیں تھا لیکن وہ پھر بھی اس پاس تھا۔ وہ کولمبیا بھی اسی لیے آئی تھی۔ الیگزینڈر ہملٹن سے لے کر بارک اوباما تک' دنیا کے بے تحاشا مشہور و معروف اور تینتالیس نوبل انعام یافتہ شخصیات کی تعلیمی درسگاہ میں وہ صرف اور صرف اس لیے داخلے میں دلچسپی رکھتی تھی کیونکہ معید یہاں کا فارغ التحصیل تھا۔ وہ جیسے اس کے قدموں کے نشانوں پہ چلنا چاہتی تھی۔ یہ شہر اس کو اجنبی نہیں لگا تھا کیونکہ وہ اسے معید کے حوالے سے جانتی تھی۔

بہت جلد وہ اس تیز رفتار شہر کی تیز رفتار زندگی کا حصہ بن چکی تھی۔ گھر یاد آتا تھا' گھر والے یاد آتے تھے لیکن وہ مجبور تھی' بے بس تھی۔ اس راہ فرار کے سوا اس کے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ جانتی تھی وہ اس کے سامنے رہے گی تو کبھی اسے بھول نہیں پائے گی۔ بھول' تو خیر اسے وہ اس سے دور رہ کر بھی نہیں پاتی لیکن اس کا سامنا کرنا بہت صبر آزما اور تکلیف دہ تھا۔ آہستہ آہستہ وہ وہاں ایڈجسٹ کرگئی تھی۔ اس کی اسٹڈیز بہت مشکل تھیں۔ اس کا تقریباً" آدھا دن یونیورسٹی میں ہی گزر جاتا تھا۔ سارا دن دوڑ بھاگ' کبھی کلاسیں تو کبھی لائبریری۔ اس کے بہت سے دوست بن گئے تھے لیکن ان میں سب سے قریبی کمیلا تھی' وہ ہسپانوی تھی اور میکسیکو سے نیویارک پڑھائی کے سلسلے میں آئی ہوئی تھی۔ وہ سبرینہ کی روم میٹ (کمرہ کی ساتھی) بھی تھی اس لیے دونوں میں جلد بے تکلفی ہوگئی تھی۔ ہر روز نہیں تو ہر دوسرے دن رافعہ اور دادو سے اسکائپ پہ بات چیت ہوجاتی تھی۔ وہ اسے کتنا مس کرتے تھے یہ بات وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ اتنے عرصے میں شاید ہی کوئی گفتگو کا سیشن ایسا گزرا ہو جب دونوں خواتین نے آنسو نہ بہائے ہو۔

"میں یہاں بہت خوش ہوں۔ مجھے یہاں بہت اچھا لگ رہا ہے۔ یہاں آکر میرا کتنا بڑا خواب پورا ہوا ہے۔" یہ تمام باتیں وہ ہر بار ہی انہیں بتاتی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اگر اس نے بھی ان کی طرح رونا شروع کیا تو وہ ضرور اسے واپس بلالیں گے۔ بہت بار علیم چاچا نے بھی اس سے بات کی۔ اخلاق حسین تو اسے اکثر و بیشتر فون کرلیا کرتے تھے۔

"امی آپ نے دیکھا اس بار سبرینہ کچھ کمزور لگ رہی تھی۔" رافعہ کو آئے دن اس کی صحت کی فکر گھیرے رکھتی تھی ہر بار اس سے بات کرنے کے بعد ان کا یہ جملہ ضرور ہوتا۔

"مجھے تو اس کی طبیعت کی طرف سے پریشانی ہورہی ہے۔ اتنی سردی پڑرہی ہے اسے کہاں عادت ہے اس برفانی ٹھنڈ کی' آج بھی اسے زکام ہو رہا تھا۔" دادو'

عمر کے جس حصے میں تھیں وہاں لاہور کی سردی ناقابل برداشت تھی وہ تو پھر نیویارک کے مائنس 10 ٹمپریچر میں رہ رہی تھی۔

"آپ اخلاق سے کہیں نہ اسے واپس بلالیں' اسے کہاں عادت ہے اتنی خواری کی۔ کہہ رہی تھی برف میں چل کر یونیورسٹی جاتی ہے۔" اسٹریٹ تک جانا آنا انہیں بہت بڑا جوکھم لگ رہا تھا۔ اس نے انہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ تو کمیلا کے ساتھ یونیورسٹی کے بعد سینٹرل پارک یا ہڈسن بے پارک کی طرف بھی نکل جاتی تھی۔ معید کے سامنے بیٹھیں وہ دونوں اس کی باتیں کررہی تھیں۔ دادو تو باقاعدہ آنسو بہا رہی تھیں جبکہ رافعہ کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"عجیب مصیبت ہے یا تو وہ خود یہاں موجود اس کی برداشت کا امتحان لے رہی تھی اور اب اگر وہ خدا خدا کرکے چلی گئی ہے تو اس کا ذکر پیچھا نہیں چھوڑتا۔" معید پہلو بدل کر رہ گیا تھا۔ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتا وہ اس وقت سنجیدگی سے ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ یہ کوئی ایک دن کا ایشو تو نہیں تھا جب سے وہ گئی تھی اس کی باتیں کرکے وہ دونوں خوش یا غمگین ہوتی رہتیں اور معید اندر ہی اندر کھولتا رہتا۔ اس کو سبرینہ سے زیادہ غصہ خود پہ تھا۔ وہ اگر اس دن جذبات میں آکر وہ حماقت نہ کرتا اور محض اسے ڈانٹ ڈپٹ کر شٹ اپ کردیتا تو سبرینہ امریکہ نہ جاتی۔ معید کو اچھی طرح اندازہ تھا کہ وہ صرف اس کی وجہ سے اپنا گھر چھوڑ کر گئی ہے۔ اب جب اتنے مہینوں سے وہ اس گھر کے ہر فرد کو اس کی یاد میں گھلتا دیکھ رہا تھا تو اس کا گلٹ (احساس جرم) بڑھتا جارہا تھا۔

✡ ✡ ✡

"سبرینہ کے لیے کچھ کپڑے اور اس کی ضرورت کا سامان خریدا ہوا تھا میں نے' تم جارہے ہو تو اپنے ساتھ لیتے جاؤ۔ اس سے ملو گے تو اسے دے دینا۔" معید کو ایک آفیشل میٹنگ کے لیے امریکہ جانا تھا اور یہ ایک اتفاق تھا کہ وہ نیویارک ہی جارہا تھا۔ اسے وہاں جاکر سبرینہ سے ملنا ہے یہ تو اس نے ایک بار بھی نہیں سوچا تھا لیکن رافعہ نے خود سے ہی یہ طے کرلیا تھا۔ "اب اگر وہ نیویارک جائے گا تو کیا اپنی کزن سے نہیں ملے گا وہ بھی جس کے ماں باپ کو وہ اپنے ممی' پاپا کہتا ہے۔"

"ٹھیک ہے ممی' میں لے جاؤں گا۔" اس کے پاس اس کے سوا اور کوئی آپشن (اختیار) ہی نہیں تھا کہ وہ انہیں ہاں میں جواب دے۔

"اس کو برفی پسند ہے' ایسا کرنا اس کی پسند کی جگہ سے تھوڑی سے منگوالینا۔ معید لے جائے گا۔ خوش ہوجائے گی۔ اپنی فیورٹ مٹھائی دیکھ کر میری بچی۔" دادو کو اچانک یاد آیا تھا۔

"جی امی وہ بھی سامان میں رکھ دوں گی۔ پتا نہیں کیا کھاتی ہوگی وہاں کیسے رہتی ہوگی۔" معید کو ان کی بات سن کر ہنسی آئی تھی۔ وہ ایسے کہہ رہی تھیں جیسے وہ امریکہ نہیں کسی جنگل میں رہ رہی ہے۔ اب وہ انہیں کیا بتاتا' وہ دونوں خود بھی جانتی تھیں کہ اپنے تنوع اور تہذیب کے اعتبار سے وہ دنیا کے سب سے مشہور شہر میں رہتی ہے۔ وہ ان کے جذبات مجروح نہیں کرنا چاہتا تھا اگر وہ اسے یہاں سے کچھ بھیج رہی ہیں تو ان کا دل رکھنے کے لیے وہ لے جائے گا۔ اس سے ملنا مجبوری ہے اور اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ وہ آج دفتر اپنے چند ضروری کاغذات لینے آیا تھا' رات کی فلائٹ سے وہ جارہا تھا۔ اخلاق حسین کے دفتر میں بیٹھا وہ ان سے لاسٹ منٹ ڈسکشن کررہا تھا۔

"واپسی کب ہے تمہاری۔" اخلاق صاحب نے روٹین کے انداز میں اس سے پوچھا۔

"دو ہفتے بعد۔" دو سے تین دن کے آفیشل کام کے لیے وہ وہاں دو ہفتے رکنے کی بات کررہا تھا۔ اخلاق صاحب نے سنجیدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا لیکن کہا کچھ نہیں۔

"میں سوچ رہا تھا کچھ پرانے دوستوں سے مل لوں گا۔ اتنے سالوں سے ملاقات نہیں ہوئی۔" انہوں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا تھا لیکن معید پھر بھی

انہیں اپنے زیادہ ٹھہرنے کی توجیحات پیش کر رہا تھا۔
اخلاق صاحب اب بھی خاموش تھے لیکن وہ بغور اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ بھی انہی کو دیکھ رہا تھا لیکن چند لمحوں بعد اس نے نظریں چرالیں۔

"میں چلوں پاپا۔" ایک لمحے کے لیے اسے لگا اخلاق صاحب اس وقت اس کے اندر تک جھانک رہے ہیں وہ وہاں مزید نہیں بیٹھ سکتا تھا۔

"ہاں شیور۔" انہوں نے سنجیدگی برقرار رکھتے ہوئے اسے جانے کی اجازت دی۔ اس کے جانے کے بعد بھی وہ بہت دیر تک معید کے بارے میں سوچتے رہے۔ وہ سبرینہ سے ملنے والا تھا یہ بات انہیں معلوم تھی۔ پتا نہیں اس ملاقات کے بعد سبرینہ پہ کیا گزرے گی یا وہ اتنے دن وہاں اس کی خاطر رہے گا۔ وہ اس کے سچ اور جھوٹ کو پرکھ رہے تھے۔

☼ ☼ ☼

"آپ سے کوئی صاحب ملنے آئے ہیں۔" ہوسٹل ریسپشن سے اس کے روم میں انٹر کام پر اطلاع دی گئی تھی۔ وہ حیران ہوتی لابی میں آگئی تھی۔ اتنے عرصے میں پہلی بار کوئی اس سے ملنے آیا تھا وہ بھی ریسپشن پہ۔ اگر کوئی اس کا اپنا کالج فیلو یا اس کا فیملی ممبر ہوتا تو لازمی اس کے موبائل پہ کال کرتا یا اسے میسیج کرتا۔ وہ حیران پریشان لابی میں داخل ہوئی جہاں ایک بڑا سا بیگ تھامے معید اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے اپنی آنکھوں پہ یقین نہیں آیا تھا۔ وہ جانتی تھی اس وقت اس کا چہرہ کیسا لگ رہا ہوگا۔ حیران، بے یقین، خوش، غمگین۔ ایک ساتھ بہت سے جذبات وہاں دکھائی دے رہے ہوں گے۔ وہ کبھی اپنی تاثرات کسی سے چھپا نہیں پائی تھی تو آج پھر اس شخص سے کیسے چھپا لیتی۔

"السلام علیکم۔" خود پہ قابو پاتے وہ اس کے پاس چلی آئی تھی۔

"وعلیکم السلام۔ کیسی ہو سبرینہ۔" اس نے اپنا لہجہ خوشگوار کرتے ہوئے کہا۔

"آپ یہاں؟" سبرینہ نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے اس کے وہاں آنے کی وجہ دریافت کی۔

"میں نے پوچھا کیسی ہو؟" اس نے اپنی بات پہ زور دیتے ہوئے سوال دہرایا۔

"اچھی ہوں۔" اس کا جواب ذو معنی اور مختصر تھا۔ چہرے پہ بلا کی سنجیدگی تھی جو بہرحال اس کی شخصیت کا حصہ نہیں تھا۔

"وہ تو مجھے معلوم ہے میں حال پوچھ رہا تھا۔" اپنی مسکراہٹ پہ قابو پاتا وہ بھی اس کے انداز میں بولا تھا۔ ساتھ ہی ایک نظر اس کے کپڑوں پہ ڈالی۔ بلیک ڈینم جینز پہ وائٹ ہاف سلیو ز ٹی شرٹ جس پہ سنڈریلا کی بڑی سی تصویر بنی تھی۔ اسے سچ مچ ہنسی آگئی تھی۔ یہ لڑکی کب میچور ہوگی۔ اس نے دل میں سوچا تھا۔ لیکن کچھ بھی تھا وہ ہمیشہ کی طرح اچھی لگ رہی تھی۔

"میں یہ کچھ سامان دینے آیا تھا، ممی اور دادو نے اسپیشلی بھجوایا ہے تمہارے لیے پاکستان سے۔" اس نے بیگ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"آپ پاکستان سے مجھے یہ چیزیں دینے آئے ہیں۔" سبرینہ شاکڈ تھی۔

"آیا تو ایک میٹنگ اٹینڈ کرنے تھا۔ ممی یا دادو نے تمہیں بتایا نہیں۔" سبرینہ نے نفی میں سرہلایا۔ بیگ کسی بھی ایکسائٹمنٹ (جوش و خروش) کے بغیر اس نے تھام لیا تھا۔

"شاید وہ تمہیں سرپرائز دینا چاہ رہے ہوں گے۔" سبرینہ کو ان پر غصہ آیا تھا کیا ضرورت تھی انہیں اس کا احسان لینے کی۔ وہ اگر اسے بتا کر بھجتیں تو وہ انہیں پہلے ہی منع کر دیتی۔

"میں نے سوچا کال کرنے کی بجائے تمہارے ہوسٹل جا کر پکڑا ہی آتا ہوں۔ یہیں پاس ہی ہے میرا ہوٹل۔" اس نے مزید کہا۔

"شکریہ۔" سبرینہ نے روکھے لہجے میں کہا۔ وہ اگر محبت اور چاہت میں اپنا آپ نچھاور کرنا جانتی تھی تو اپنی ناراضی بھی دوسرے کے منہ پہ مارتی تھی۔ لحاظ اور رکھ رکھاؤ اسے نہیں آتا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر میں چلتا ہوں۔" معید نے اس کا رویہ دیکھ کر جانے کا ارادہ کیا۔ اسے کسی حد تک مایوسی ہوئی تھی۔ وہ تو اپنی طرف سے اسی سبرینہ سے ملنے آیا تھا جو بہت جلد دوستی کرلینے والی اور خفگی جلد بھلا کر مان جانے والی لڑکی تھی۔ اتنے مہینے یہاں سب سے دور رہ کر اسے لگا تھا اس کا غصہ گلہ ختم ہوچکا ہوگا' لیکن اس کا رویہ معید کو احساس دلا رہا تھا کہ اس سے نہ صرف ناراض ہے بلکہ اس سے بات تک کرنا نہیں چاہتی ہے۔

"اوکے بائے۔" سبرینہ اپنے کمرے کی طرف واپس جانے کے لیے مڑگئی تھی۔

"سبرینہ۔" معید کی آواز پہ اس کے قدم رک گئے۔ اب کیا ہے کا سوال آنکھوں میں لیے وہ مڑ کر اسے دیکھ رہی تھی۔

"گھر والے بتا رہے تھے تم نے کچھ سیر و سیاحت نہیں کی۔ اتنے مہینے اسٹڈیز میں ہی بزی رہی ہو۔ یہ میرا شہر ہے اور مجھے یہاں کے سب ٹورسٹ اسپاٹ اچھی طرح معلوم ہیں۔ کل سنڈے ہے تو میں تمہیں شہر کی سیر کرا دیتا۔" معید کی آفر غیر متوقع تھی۔ ایسا اگر چند ماہ پہلے ہوا ہوتا تو سبرینہ چھلانگیں لگاتی اس کے ساتھ چل پڑتی' لیکن آج سب کچھ بدل چکا تھا۔ وہ تو اس سے چند منٹ بات کرنے کے لیے بھی خود کو مضبوط کر رہی تھی کہاں اس کے ساتھ گھومنا پھرنا۔

"یہ اب میرا بھی شہر ہے اور اتنے مہینوں سے یہاں رہتے ہوئے میں اس کے متعلق بہت کچھ جانتی ہوں اور کل تو میں ویسے بھی اپنی فرینڈ کے ساتھ سرکل لائن کروز پہ جا رہی ہوں۔ آفر کا شکریہ۔" جاؤ میاں میرا پیچھا چھوڑو والے انداز میں اپنی بات کہہ کر وہ تیزی سے لابی سے نکل گئی تھی۔ معید اس کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا تھا۔ وہ اس کے ساتھ وہی کر کے گئی تھی جو اتنے سالوں سے معید کر رہا تھا پھر اسے یہ سب برا کیوں لگ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

صبح کے ساڑھے نو بجے وہ بھاگم بھاگ سب وے 1 کے ذریعے 42 اسٹریٹ پہ پہنچی تھی۔ کمیلا کو اس نے زبردستی اپنے ساتھ لیا تھا۔ وہ کل معید سے کہہ چکی تھی کہ وہ کروز پہ جا رہی ہے حالانکہ اس کا پہلے سے ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا وہ تو اسے ٹالنا چاہتی تھی' لیکن اب اچانک اس کو پتا نہیں کیوں لگا تھا کہ معید کہیں اس کے ہوسٹل نہ پہنچ جائے' سوچ کر اس نے کمیلا کو اپنے ساتھ لیا اور پیئر 83 پہ واقع اس سائٹ کروز پہ پہنچ گئی۔

"ٹو ٹکٹس فار دا بیسٹ آف نیویارک۔" اس نے کھڑکی کے دوسری طرف بیٹھے کلرک سے کہا۔

"ناٹ ٹو۔ تھری ٹکٹس فار دا بیسٹ آف نیویارک۔" اپنے ساتھ کھڑے معید کو دیکھ کر اسے جھٹکا لگا تھا۔ آنکھوں پہ سیاہ چشمہ لگائے' جینز اور ٹی شرٹ میں وہ اپنے والٹ سے پیسے نکال کر ٹکٹ ونڈو پہ رکھ رہا تھا۔ کلرک نے سوالیہ نگاہوں سے دونوں کو دیکھا۔

"وی آر ٹوگیدر" (ہم ساتھ ہیں) معید نے اعتماد سے کہا اور کلرک سے تینوں ٹکٹ لے لیے۔ سبرینہ غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔ معید نے دو ٹکٹ اس کی طرف بڑھا دیے۔

"میں نے سوچا آج میں فری بھی ہوں اور کروز کی سیر میں نے بھی نہیں کی تمہارے بہانے سے میں بھی گھوم لوں گا۔" سبرینہ نے خفگی سے اس سے ٹکٹ تھام لیے تھے۔ سورج بالکل سامنے تھا اور اسی سے بچنے کے لیے کمیلا نسبتاً" فاصلے پہ کھڑی تھی۔ ٹکٹ ونڈو کے باہر سبرینہ کو کسی سے بات کرتے دیکھ کر وہ بھی وہاں چلی آئی تھی۔

"ہائے۔ میں سبرینہ کا کزن ہوں معید۔" اس نے مسکراتے ہوئے اپنا تعارف کروایا۔

"کمیلا۔" کمیلا نے خوش دلی سے ہاتھ آگے بڑھایا۔ سبرینہ ان دونوں کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے اب ڈیک کی طرف جا رہی تھی جہاں کروز میں جانے سے پہلے سب لوگوں کی تصاویر لی جا رہی تھیں۔ یہ ایک طرح کی سیکورٹی ٹرک تھی اور پھر یہی تصاویر فوٹو

شاپ کرکے ایک البم کے طور پہ آپ کو بیچ جاتی تھیں۔ سبرینہ اور کمیلا ڈیک پہ کھڑے تھے جب فوٹو گرافر انہیں ہدایات دے رہا تھا۔ معید ان دونوں کو دیکھ رہا تھا کہ کمیلا نے اسے بھی ساتھ آنے کی آفر کی۔ سبرینہ کو کمیلا کی یہ بات پسند نہیں آئی تھی' لیکن وہ اسے کچھ کہہ نہیں سکتی تھی۔ وہ اس کا کزن تھا اس نے ان لوگوں کی مہنگی ٹکٹیں خریدی تھیں اور اب اگر وہ اسی کی وجہ سے اسے کرٹیسی کر رہی تھی تو سبرینہ اسے منع نہیں کر سکتی تھی۔ معید بغیر کسی اعتراض کے ان کے ساتھ آگیا تھا۔ یہ بات سبرینہ کو اور تپا گئی تھی۔

ہڈسن بے میں سفر کرتا یہ لکژری کروز' مین ہٹن آئی لینڈ کا چکر لگوا رہا تھا۔ پہلی بار اس نے مشہور زمانہ نیویارک اسکائی لائن دیکھی تھی۔ بلند و بالا آسمان کو چھوتی مشہور و معروف بلڈنگوں کا ایک کلسٹر... کروز کا گائیڈ انہیں ایک ایک عمارت کی تاریخ اور اہمیت بتا رہا تھا۔ موسم خوش گوار تھا اس لیے انہوں نے اندر بیٹھنے کی بجائے بیرونی عرشے پہ بیٹھنے کو ترجیح دی تھی۔ وہ دونوں اپنے موبائل فون کے کیمرے سے دھڑا دھڑ تصاویر کھینچ رہی تھیں۔ کمیلا تصاویر کھینچنے کے ساتھ ساتھ معید سے باتیں بھی کر رہی تھی جو خود اب عرشے کی گرل کے پاس کھڑا تھا۔ سبرینہ اسے کمیلا کے ساتھ خوش مزاجی سے باتیں کرتا دیکھ رہی تھی۔ کچھ جگہوں کی طرف اشارہ کرتے وہ یقیناً" اس کے ساتھ ان کے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔ سبرینہ تصویریں لینا چھوڑ کر اب ان دونوں کو ہی دیکھ رہی تھی۔ کمیلا کی پیٹھ اس کی طرف تھی' لیکن معید کو تو وہ اپنے سامنے کھڑا دیکھ رہی تھی۔ چند منٹ بعد وہ اس کی طرف آگیا۔

"تمہارے لیے کچھ لاؤں...." وہ وہاں بیٹھنے کی بجائے اس سے پوچھ رہا تھا۔ اس نے نفی میں سر ہلایا اور اپنی توجہ گائیڈ کی باتوں کی طرف مرکوز کرلی جو انہیں ورلڈ ٹریڈ سینٹر ٹریبیوٹ سینٹر کی عمارت کے متعلق بتا رہا تھا۔ اس کی واپسی تھوڑی دیر بعد ہوئی تھی اس کے ہاتھ میں ایک باکس اور مختلف اسنیکس کا بیگ تھا۔ باکس میں تین کپ کافی کے تھے۔ کمیلا بھی اب ان کے ساتھ ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ کافی نکال کر اس نے ایک کپ اس کے آگے بھی رکھ دیا تھا گرم گرم کافی خنک ہوا سے لطف اندوز ہوتے وہ لوگ اب لبرٹی آئی لینڈ کی طرف جا رہے تھے۔ بہت دور سے انہیں وہ رومن گاڈس کا مجسمہ نظر آرہا تھا جو تارکین وطن کو ویلکم کرنے کے لیے وہاں ایستادہ کیا گیا تھا۔ ہاتھوں میں مشعل تھامے' چھیالیس میٹر وہ مجسمہ آزادی جو فرانس کی طرف سے امریکا کو تحفے کے طور پر ملا تھا۔ آج پہلی بار وہ اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ بھاگ کر بائیں طرف والے عرشے پہ چلی گئی تھی۔ بہت سے لوگ جن میں زیادہ تعداد سیاحوں کی تھی اپنے اپنے کیمرے سنبھالے وہاں آگئے تھے۔ بہت سی تصاویر اتارنے کے بعد وہ اب اپنی چند تصاویر اس مجسمے کے ساتھ لینا چاہ رہی تھی۔ اس نے فرنٹ کیمرہ آن کیا اور اپنے چند پوز کھینچے۔ معید اس کے پاس چلا آیا تھا۔

"میں تمہاری تصویریں بنا دیتا ہوں۔" اس کے ہاتھ سے فون لے کر وہ اس کی تصویریں بنانے کا کہہ رہا تھا۔

"مجھے دیکھ کر نہ سہی کیمرے کی طرف دیکھ کر تو مسکراؤ....." معید کی بات پہ چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ لا کر اس نے چند تصاویر کھنچوائیں اور ایک بار پھر اپنی جگہ پہ واپس جا کر بیٹھ گئی تھی۔ معید اس کے ساتھ نہیں آیا تھا۔ اب وہ لوگ بروکلین برج کے نیچے سے گزر رہے تھے۔ مجسمہ آزادی کی آخری جھلک انہوں نے برج کے نیچے دیکھی تھی۔

"یانکی اسٹیڈیم بہت زبردست جگہ ہے۔ یہاں لازمی آنا۔ بلکہ میں تمہیں لے کر چلوں گا۔" وہ لوگ برونکس پہنچ چکے تھے۔

"تمہیں ضرور دیکھنا چاہیے۔ پچاس ہزار سے زیادہ لوگوں کے بیٹھنے کی گنجائش ہے اور یہ یہاں کا قدیم ترین اسٹیڈیم ہے۔ میوزیم اور ریسٹورنٹس کی اٹریکشن اپنی جگہ ہے۔" معید کی بجائے کمیلا بولی تھی۔ سبرینہ

نے معید کو تو کچھ نہیں کہا تھا، لیکن کیلا کی بات سن کر مسکراتے ہوئے اس نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔ ڈھائی گھنٹے بعد وہ لوگ اب کولمبیا یونیورسٹی کے پاس سے گزر رہے تھے۔ پہاڑ کی چٹان پہ لکھا بڑا سا C جو کولمبینز کے لیے استعمال ہوتا تھا وہ اس کے پاس سے ابھی کچھ دیر پہلے گزرے تھے۔ جہاز سے اترنے کے بعد انہوں نے اپنا ٹوکن دکھا کر وہ تصاویر پک کرلی تھی جو سفر کے آغاز میں کھینچی گئی تھیں۔

"یہ تم رکھ لو۔" معید نے اس کی ادائیگی کرنے کے بعد وہ تصاویر کا پیکٹ سبرینہ کو تھما دیا تھا۔ اس سفر کے اختتام پہ معید ان دونوں کے ساتھ ہی سب وے اسٹیشن تک آیا تھا۔ وہ خود پین اسٹیشن کے پاس اتر گیا تھا۔ اس کا ہوٹل اس کے نزدیک ہی تھا جبکہ وہ دونوں براڈوے چلی گئی تھیں۔

☼ ☼ ☼

"دادو آپ کو کیا ضرورت تھی ان کے ہاتھ میرے لیے سامان بھیجنے کی۔" دو دن سے اس کی بات نہیں ہو پائی تھی آج وہ مارننگ سائڈ پارک کے بنچ پہ بیٹھی اپنے فون کا اسکائپ آن کیے دادو سے باتیں کر رہی تھی۔ شام کے پانچ بجنے والے تھے اور موسم کافی اچھا تھا۔ دادو نے اس سے چیزوں کے متعلق پوچھا تو اس نے اپنی ناراضی ڈھکے چھپے لفظوں میں کہہ دی۔

"کیوں بیٹا، اب معید جا رہا تھا تو کیا ہم اسے خالی ہاتھ بھیجتے۔ اس نے ملنا تو تھا تم سے سامان بھی لے آیا تمہارا۔ اس میں برا منانے والی کیا بات ہے۔" دادو کو اس کی بات سن کر حیرت ہوئی تھی۔

"نہیں میں تو بس کہہ رہی تھی انہیں خواہ مخواہ تکلیف ہوئی۔" دادو کی بات پہ خفت محسوس کرتی وہ بولی۔

"اس میں تکلیف والی کون سی بات ہے۔ تمہارا کزن ہے اتنا قریبی رشتہ ہے اس سے۔ تمہارے لیے اتنا تو کر ہی سکتا ہے۔" دادو کی بات کے اختتام پہ اسکرین پہ اب سبرینہ کے ساتھ معید کا چہرہ بھی نظر آ رہا تھا۔ وہ اس کے پیچھے سے منہ نکالے مسکراتا ہوا انہیں دیکھ رہا تھا۔

"یہ مجھے اپنا سمجھے تو پھر ہے نا دادو۔ یہ تو امریکا آکر لفٹ ہی نہیں کروائی ہے۔" دادو نے اپنے پوتا پوتی کو ایک شاٹ میں دیکھا تو ان کی مسکراہٹ دوگنی ہوگئی تھی۔ سبرینہ حیرت سے اسے اپنے پیچھے کھڑا دیکھ رہی تھی۔ وہ اب ان سے سلام دعا کر رہا تھا۔

"نیویارک میں رہتی ہے اور پکی نیویارکر ہوگئی ہے اس پر کولمبیئن بھی ہیں۔ پاکستانی کزن کو گھاس کیوں ڈالیں گی حالانکہ میں نے سوچا تھا چلو کب سے پڑھائی پڑھائی کا شور چل رہا ہے اب آیا ہوں تو تھوڑی بہت سیر کرا دوں گا اور ساتھ خود بھی گھوم لوں گا، کمپنی رہے گی لیکن انہوں نے تو صاف انکار کر دیا۔"

"کیوں سبرینہ، یہ معید کیا کہہ رہا ہے۔ ایک تو وہ تمہاری فکر کر رہا ہے تمہارا خیال رکھنا چاہتا ہے اور تم ہو کہ اسے منع کر رہی ہو۔ میرے بچے ہم سب یہاں تمہارے لیے کتنے پریشان ہیں کہ وہاں اکیلی ہو اور اب معید گیا تو مجھے اور رافعہ کو یہی تسلی تھی کہ تم اسے دیکھ کر خوش ہوگی۔ پہلے تو ہر وقت اس کے پیچھے پھرتی تھی۔ اب کیا ہوا؟" دادو نے پیار سے ڈپٹا۔

"دادو میرے پاس گھومنے پھرنے کا ٹائم نہیں ہے، میری پڑھائی ہی اتنی ہے کہ وقت نہیں ملتا کہیں جانے کا۔" اس نے آہستہ سے کہتے ہوئے اپنا بچاؤ کیا۔

"دادو غلط کہہ رہی ہے یہ۔ آج کل اس کا ٹرم بریک چل رہا ہے۔ لمبی چھٹیاں ہیں۔" اسے معید سے اس کا راز افشاں کرنے کی امید نہیں تھی۔

"لمبی چھٹیاں ہیں اور تم گھر نہیں آئی۔ تم نے مجھے کہا تھا تم چھٹیوں میں ملنے آؤ گی۔" دادو کو معید کی بات سن کر شاک لگا تھا۔ وہ تو کب سے اس کے گھر واپس آنے کا انتظار کر رہی تھیں۔

"چھٹیاں تو ہیں، لیکن میں آج کل اضافی کورسز کر رہی ہوں نہ اس لیے نہیں آئی اگلی بار آجاؤ گی۔" سبرینہ نے جھوٹ کا سہارا لیا، لیکن اس کے الفاظ آخری موڑ پر آکر دم توڑ گئے۔ دادو کے چہرے

سے صاف لگ رہا تھا وہ اس سے ناراض ہیں۔

"اس میں ناراض ہونے والی کیا بات ہے دادو.... اب یہ یہاں آئی ہے تو کیا ہر چھ سات ماہ بعد بھاگی بھاگی پاکستان آجائے گی۔ اچھی خاصی مشکل پڑھائی ہے۔ اس کی اور پھر نیا شہر ہے نیا ملک ہے نئے دوست ہیں۔ آپ اس کی ایکسائیٹمنٹ (جوش و خروش) کو سمجھیں' ویسے بھی مجھے نہیں معلوم تھا یہ کچھ کورسز کر رہی ہے۔ مجھے لگا فری ہے اسی لیے آپ سے کہہ دیا اب آپ اسے ڈانٹیں تو مت۔" معید سے سبین کی اتری ہوئی شکل دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ کچھ دیر دادو سے بات کر کے اس نے کال بند کر دی تھی۔

"آئی ایم سوری.... میری وجہ سے تمہیں خواہ مخواہ دادو سے ڈانٹ پڑ گئی۔" سبین موبائل بیگ میں ڈال کر وہاں سے جانے لگی۔ اب معید اس سے معافی مانگ رہا تھا۔

"آپ کیوں بلاوجہ میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اپنے کام سے آئے ہیں' کام کریں اور جائیں۔" وہ چڑ کر بولی تھی۔ معید نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے' لیکن وہ تیزی سے روڈ کراس کر کے اپنے ہوسٹل کی طرف جا رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"تم ابھی تک تیار نہیں ہوئی' مووی کا ٹائم ہونے والا ہے اور سب وے بھی مس ہو جائے گی تو ہمیں اگلے شو کا انتظار کرنا پڑے گا۔" کمیلا نے اسے بے زاری سے بستر پہ لیٹے دیکھا تو غصے سے بولی۔

"میرا موڈ نہیں ہو رہا کہیں جانے کا کمیلا' پلیز تم کل پہ رکھ لو۔" وہ اسے مناتے ہوئے بولی۔

"کل تو میں میکسیکو جا رہی ہوں سبین.... اور مجھے آج یہ فلم لازمی دیکھنی ہے۔" کمیلا نے اس کے ساتھ مووی دیکھنے کا پروگرام بنایا تھا اور اس کا بالکل کہیں بھی جانے کا موڈ نہیں تھا۔ کمیلا کو ناراض ہوتا دیکھ کر اس نے جلدی جلدی کپڑے بدلے۔ تیار ہو کر وہ دونوں سب وے اسٹیشن پہنچیں۔ آج ان کا رخ شاپرز پیراڈائز ٹائم اسکوائر کی طرف تھا۔ 42 اسٹریٹ پہ بنے ریگل سنیما میں اس وقت اچھا خاصا رش تھا۔

"تم چلو میں پاپ کارن لے کر آتی ہوں۔" اس کا ٹکٹ اس کے ہاتھ میں تھما کر کمیلا اب پاپ کارن کی لمبی لائن کی طرف جا رہی تھی۔

"میں بھی تمہارے ساتھ آتی ہوں۔" سبین اس کے پیچھے ہی چلی آئی' لیکن کمیلا نے اسے ساتھ آنے سے منع کر دیا۔

"نہیں یہاں کافی وقت لگ جائے گا تم ایسا کرو اندر جا کر بیٹھو ویسے بھی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور موڈ بھی۔ میں آ رہی ہوں۔" کمیلا نے اسے سمجھا بجھا کر اندر بھیج دیا۔ فلم ابھی شروع نہیں ہوئی تھی اور اشتہارات چل رہے تھے۔ وہ بہت بے زاری سے وہاں آئی تھی' لیکن اب وہ کافی اچھے موڈ میں تھی۔ وہاں اندر بیٹھے بیٹھے ایک ہی بات سوچ سوچ کر اس کا دماغ شل ہو رہا تھا' لیکن باہر آ کر' رونق دیکھ کر کمیلا سے باتیں کر کے اس کا موڈ ٹھیک ہو گیا تھا۔ وہ کمیلا کی شکر گزار تھی جو زبردستی اسے ساتھ لے آئی تھی۔ اسی وقت ساتھ والی سیٹ پہ اسے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اس کی کرسی کے کپ ہولڈر میں کولڈ ڈرنک کا گلاس رکھنے کے بعد اس کے ہاتھ میں پاپ کارن کی بکٹ پکڑا کر وہ اپنی سیٹ پہ آرام سے بیٹھ گیا تھا۔

"فلم ابھی شروع تو نہیں ہوئی؟" وہ اسکرین کی طرف نظریں جمائے پوچھ رہا تھا۔ سبین نے حیرت سے پہلے اسے اور پھر اپنے بائیں طرف والی سیٹ کو دیکھا جہاں اس وقت کوئی امریکن لڑکی بیٹھی تھی۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں یہ سیٹ تو کمیلا کی ہے۔" اس نے دبے دبے غصے سے پوچھا۔

"اس کا موڈ نہیں تھا مووی کا وہ تو تمہیں یہاں میرے کہنے پہ لائی تھی۔ اس کا میسج ہے تمہارے لیے کہہ رہی تھی وہ ہارڈ روک جا رہی ہے۔ رات کو دیر سے آئے گی۔ اسی لیے تم میرے ساتھ ہی واپس جانا۔ اس وقت اکیلے جانے سے خصوصی طور پہ منع کیا ہے

اس نے تمہیں۔" سبرینہ کو اس کی بات سن کر اس وقت ہر اس غدار کا نام یاد آیا تھا جو کبھی تاریخ کی کتاب میں اس نے پڑھے تھے۔ یقیناً" ان متاثرین کے دلوں پر بھی کچھ ایسا ہی بیتتا ہوگا جو وہ محسوس کررہی تھی۔

کمیلا اور معید اس دن کروز میں ایک دوسرے سے اچھے خاصے بے تکلف ہوگئے تھے اور آج کا فلم دیکھنے کا پروگرام اس کا نہیں معید کا تھا اس لیے کمیلا اسے ہر قیمت پہ وہاں لانا چاہتی تھی۔۔۔ اف ان انگریزوں پہ تو کبھی بھروسہ نہیں کیا جاسکتا کیا پتا کب دھوکا دے جائیں۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا۔ اسے معید کی حرکت پہ غصہ تھا' لیکن تھیٹر سے نکل کر وہ اس سے زیادہ بچگانہ حرکت نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"کون سا میں یہاں اکیلی ہوں۔۔۔ اتنے سارے لوگوں میں ایک یہ بھی بیٹھا ہے تو میری بلا سے۔" یہی سوچ کر اس نے اپنا دھیان فلم کی طرف لگالیا تھا' لیکن یہ اتنا آسان نہیں تھا وہ اس کے بالکل برابر بیٹھا تھا۔ ایک بار تو اس کی کہنی بھی سبرینہ کی کہنی سے ٹکرائی تھی۔ اس نے اپنا بازو سائیڈ ریسٹ سے ہٹاکر اپنی جھولی میں کرلیا تھا۔ ایک دوبار اس نے کن انکھیوں سے معید کو دیکھا جو پوری توجہ سے فلم دیکھ رہا تھا۔ دو گھنٹے تو منٹ کا یہ صبر آزما کشیں ختم ہوا تو وہ تیزی سے ہال سے باہر نکلی۔ کمیلا ساتھ نہیں ہے تو کیا ہوا وہ کوئی اس کی باڈی گارڈ ہے۔ اتنے مہینوں سے وہ یہاں رہتی ہے تو کیا سب وے لے کر اپنے ہوسٹل تک نہیں جاسکتی۔

"سبرینہ رکو۔۔۔" معید اس کے پیچھے آرہا تھا۔ فٹ پاتھ پہ لوگوں کی بھیڑ میں چلتی وہ اسٹیشن کی طرف جارہی تھی کہ وہ اس کے بالکل سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔

"کہاں جارہی ہو تم؟"

"ہوسٹل۔"

"اتنی بھی کیا جلدی ہے پہلے ڈنر تو کرلو۔"

"بہت شکریہ' لیکن مجھے ہوسٹل جانا ہے۔"

"تمہیں میرا یہاں آنا اچھا نہیں لگا؟"

"نہ تو آپ کسی رومانوی داستان کا کریکٹر ہیں نہ کسی فلم کے ہیرو پھر اس چیپ فلمی مذاق کی وجہ پوچھ سکتی ہوں۔" وہ ہاتھ سینے باندھے کھڑا اس کو اسی کے انداز میں بولتا سن رہا تھا۔

"سبرینہ تم کب تک مجھ سے ناراض رہو گی؟"

"میں آپ سے بالکل ناراض نہیں ہوں' لیکن میں آپ کے ساتھ کہیں بھی جانے یا گھومنے پھرنے میں دلچسپی نہیں رکھتی ہوں پھر آپ کیوں میرے پیچھے پڑے ہیں۔"

"لیکن تم مجھ سے ناراض تھیں' میں مانتا ہوں میں تم سے بہت زیادہ تلخ ہوگیا تھا۔ مجھے تم سے وہ سب کچھ نہیں کہنا چاہیے تھا۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس بہت پہلے ہی ہوچکا تھا' لیکن اس وقت تک بہت دیر ہوگئی تھی۔ میں جانتا ہوں تم سب کو چھوڑ کر یہاں میری وجہ سے آئی ہو۔ میں پہلے ہی خاصا شرمندہ ہوں پھر بھی میں تم سے اپنے رویے کی معافی مانگتا ہوں۔"

"آپ کو یہ غلط فہمی کیوں ہے کہ میں یہاں آپ کی وجہ سے آئی ہوں۔۔۔ آپ اتنے اہم نہیں ہیں کہ میں آپ کی فضول باتوں کی وجہ سے اپنا گھر اور اپنی فیملی سے دور چلی جاؤں۔"

"سب گھر والے تمہیں بہت مس کرتے ہیں خاص کر دادو اور ممی اور انہیں دیکھ کر میرا گلٹ اور بھی بڑھ جاتا ہے۔"

"یہ گلٹ والی بات جو آپ نے مجھ سے کی ہے نہ تو یہ تو آپ رہنے ہی دیں۔۔۔ آپ میرے بارے میں کیا فیلنگز (جذبات) رکھتے ہیں یہ آپ پہلے ہی بتاچکے ہیں آپ جیسے لوگ جو صرف اپنی ذات کے لیے زندہ رہتے ہیں انہیں اس بات سے کیا فرق پڑتا ہے کہ کون ان کی وجہ سے دکھی ہے۔" معید لب بھینچے اس کی باتیں سن رہا تھا۔

"سبرینہ میں صرف ازالہ کرنا چاہتا تھا۔۔۔" اس کی بات پہ سبرینہ اور بھی تلملا اٹھی تھی۔

"ازالہ؟ آپ سمجھتے ہیں یہ سب کرکے آپ میری وہ تکلیف کم کرپائیں گے جو آپ کی باتوں سے مجھے ہوئی ہے۔۔۔ آپ کے جملے نشتر بن کے میرے دل میں

چھپے ہوئے ہیں مجھے میری بہن کی موت کا ذمہ دار ٹھہرا کر آپ کہتے ہیں اب آپ ازالہ کرنا چاہتے ہیں اس کا مطلب مجھ پہ اتنے سالوں سے لگی فرد جرم ہٹالی گئی ہے۔۔۔ ایک بات میں آپ کو واضح کردوں میری بہن مجھ سے بہت محبت کرتی تھی اور میں بھی انہیں بہت پیار کرتی ہوں۔ اپنی محبت میں مجھے بچانے کی خاطر انہوں نے تو اپنی جان تک قربان کردی اور آپ ان سے محبت کا دعوا کرتے ہیں۔ ایک طرف آپ کے دل میں میری بہن کی محبت زندہ ہے اور دوسری طرف میرے لیے شدید نفرت۔۔۔ یہ دو جذبے ایک جگہ نہیں ہوسکتے یا تو انسان صرف محبت کرتا ہے یا پھر نفرت۔" وہ بہت بے رحمی سے تجزیہ کررہی تھی۔ معید خاموشی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔

"میں مان ہی نہیں سکتی کہ آپ نے میری بہن سے سچی محبت کی ہے ورنہ جس کی محبت میں اس نے اپنی جان گنوادی آپ اس سے نفرت ہرگز نہ کرتے۔ جس دن سے مجھے یہ پتا چلا ہے کہ آپ اور عبیرہ آپی ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے چاہتے تھے مجھے تو جیلسی نہیں ہوئی۔ میرے دل میں آپ کا مقام نہیں بدلا۔"

"بس کردو سبرینہ۔۔۔ بس کردو۔ کیا جانتی ہو تم میرے اور عبیرہ کے بارے میں، ہماری دوستی کے بارے میں، ہماری محبت کے بارے میں۔ تم کچھ نہیں جانتی کہ میں نے اسے کتنا چاہا ہے۔ تمام عمر اس سے محبت کے سوا اور کچھ نہیں کیا وہ زندہ تھی تب بھی، وہ مر گئی تب بھی۔۔۔ تم میرے دل کے درد تک کبھی نہیں پہنچ سکتی۔" وہ سر جھکائے کھڑا تھا۔

"صرف میں ہی تو جانتی ہوں دل کا درد کیا ہوتا ہے کیونکہ میں خود بھی اسی درد سے گزر رہی ہوں، ادھورے اگر آپ ہیں تو میری محبت بھی تو ادھوری ہے۔ آپ کی حالت مجھ سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے۔ دل ٹوٹنے کی اذیت مجھ سے بہتر کون جان سکتا ہے، لیکن میں آپ کی طرح بے رحم نہیں ہوسکتی جسے اپنا درد تو نظر آتا ہے، لیکن وہی تکلیف جب کوئی دوسرا سہہ رہا ہو تو آپ کے لیے کچھ معنی نہیں رکھتی۔"

سبرینہ کی آنکھوں میں آنسو تھے اپنی بات ختم کرکے وہ بھاگتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھی۔ معید اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

☆ ☆ ☆

"مس سبرینہ آپ کے لیے ایک پارسل آیا ہے۔" ریسپشن ڈیسک سے اسے کال آئی تھی۔ ریسیپشنسٹ اسے کسی پیکٹ کو پک کرنے کے لیے بلا رہی تھی۔ وہ نیچے آئی تو ایک باکس کاؤنٹر پہ رکھا تھا۔ خوب صورت گفٹ پیپر میں لپٹا وہ ڈبا اس نے اٹھالیا۔ اپنے کمرے میں آکر اس نے وہ پیکٹ کھولا تو اندر ایک نہیں کئی چیزیں تھیں۔ خاصی مہنگی چاکلیٹس کا ایک ڈبا' دو مہنگے پرفیوم اور ایک عدد سفید ٹی شرٹ جس پہ پرنس صوفیا کی گرافک بنی تھی۔ ان سب چیزوں کو حیرت سے دیکھتے اس نے اس لفافے کو کھولا تھا جس میں شاید کوئی کارڈ تھا۔ اس میں ایک رقعہ اور ایک کارڈ تھا۔ اس نے پہلے اس خط کو پڑھنا شروع کیا۔

"میں آج واپس جارہا ہوں سبرینہ' کل میں تمہیں یہی بتانا چاہتا تھا' لیکن تم رکی ہی نہیں۔ اتنے مہینوں سے دل پہ ایک بوجھ تھا' تمہیں تکلیف پہنچانے کے بعد خوش تو میں بھی نہیں تھا' سوچا تھا یہاں اگر تم سے معافی مانگ لوں گا تو اس بوجھ سے چھٹکارا مل جائے گا' لیکن شاید تم مجھ سے کچھ زیادہ ہی خفا ہو جو میرا قصور معاف کرنے کو تیار نہیں۔

اس رات تمہیں میں نے بہت ہرٹ کیا تھا' اپنی برسوں کی بھڑاس نکال کر خود کو ہلکا کرنے کے باوجود میں پرسکون نہیں ہوسکا۔ کل تم نے بالکل ٹھیک کہا تھا' محبت اور نفرت ایک ساتھ نہیں رہ سکتے اور میں ایک ہی وقت میں یہ دونوں جذبے اپنے اندر لیے گھوم رہا تھا۔ میری اذیت کا سوچو گی تو میرا قصور اتنا بڑا نہیں لگے گا۔ سچ تو یہ ہے کہ میں ہمیشہ تم سے جیلس ہوتا رہا۔ عبیرہ کے لیے میں شروع دن سے بہت پوزیسو تھا اور وہ تم پہ بھی جان چھڑکتی تھی۔ اس کی خوشی کی خاطر تمہیں برداشت کرتا تھا' لیکن اندر ہی اندر اس بات

سے خائف بھی تھا کہ وہ میرے سوا کسی اور کو اتنی اہمیت کیوں دیتی ہے۔ وہ تمہیں بچاتے بچاتے مرگئی اور میرے دل میں یہ گرہ اور بھی پکی ہوگئی۔ برسوں تم سے ناراض رہ کر میں اس حسد کے پودے کو تناور درخت بناتا رہا۔ جس دن یہ حبس چھٹا تو مجھے احساس ہوا میں کتنا غلط تھا۔ میرا دل بہت چھوٹا تھا جس میں ایک لڑکی کی محبت تو سمائی مگر اس کی عزیز از جان بہن کے لیے جگہ نہیں بنی۔ یہ بات میں جو تم سے کہہ رہا ہوں اس کا اعتراف شاید میں تمہارے سامنے نہ کرپاؤں اسی لیے یہ خط لکھا ہے۔ ہوسکے تو مجھے معاف کردینا۔

میں یہاں تم سے اسی لیے مل رہا تھا کہ تمہیں منا کر گھما پھرا کر اپنے اور تمہارے درمیان آئی خلش کو کم کرلوں گا۔ میرے ضمیر پہ ایک بوجھ تھا کہ تم میری وجہ سے گھر چھوڑ کر گئی ہو اور یہ ٹھیک بھی ہے تم بھلے اس بات کو مانو یا نہ مانو۔ میں تو بس اس برسوں پرانی بے مقصد رنجش کو ختم کرکے دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہتا تھا۔ ہمارے بڑوں نے کئی غم دیکھے ہیں میں نہیں چاہتا وہ اب مزید زندگی میں کوئی دکھ دیکھیں۔ وہ سب تم سے بے پناہ پیار کرتے ہیں۔ تم اس بار چھٹیوں میں گھر نہیں آئیں پلیز میری التجا ہے کہ اگلی بار گھر ضرور آنا.... ہم سب کو تمہارا انتظار رہے گا۔ یہ چند تحائف تمہارے لیے ہیں امید ہیں تمہیں پسند آئیں گے۔"

معید۔

وہ بے آواز رو رہی تھی۔ وہ جارہا تھا۔ وہ جب تک یہاں تھا صبوحہ کو ایک انجانی سی خوشی تھی۔ وہ اس کے آس پاس تھا اور اب جب وہ جارہا تھا تو اس شہر میں میں وہ تنہا کیسے رہے گی۔ اس کے بھیجے ہوئے تحفے دیکھنے کے بعد اب وہ اس کا سوری کا کارڈ پڑھ رہی تھی۔ وہ تیزی سے کمرے سے نکلی تھی۔ اس کا رخ معید کے ہوٹل کی طرف تھا جو کولمبس سرکل کے نزدیک تھا۔ سب وے کے ذریعے وہ جے ڈبلیو میریٹ پہنچی تھی لیکن وہ اسے وہاں نہیں ملا تھا وہ جاچکا تھا۔

☼ ☼ ☼

"تم نے تو کہا تھا تم دو ہفتے رکو گے پھر جلدی واپسی کیوں ہوگئی۔" مگر یہ سب اس کو دیکھ کر حیران تھے۔ اخلاق حسین اس کی شکل دیکھ رہے تھے جہاں لمبے سفر کی تھکاوٹ تھی۔

"ایک دو دوستوں سے ملنے کا پروگرام تھا لیکن ان سے رابطہ ہی نہیں ہوسکا۔ سوچا رکنے کا کوئی فائدہ نہیں اسی لیے واپس چلا آیا۔" اس نے اپنے پرانے جھوٹ کو قائم رکھتے ہوئے ایک اور جھوٹ بولا۔

"صبوحہ کیسی ہے؟" رافعہ نے سوال کیا۔ ان کی تو جان اٹکی ہوئی تھی اس میں۔ ان کا بس چلتا تو معید سے صرف اس کی باتیں کرتیں۔

"وہ اچھی ہے۔" معید نے مسکراتے ہوئے اس کا جملہ دہرایا اور اس پل نظروں کے سامنے اس کی شبیہہ نمودار ہوئی۔ بالوں کی اونچی سی پونی بنائے سفید سینڈریلا کے گرافکس والی ٹی شرٹ میں وہ خفا خفا تھی۔

"تم دونوں تو روز ملتے ہوگے.... اخلاق بتارہے تھے تمہارا ہوٹل اس کے ہوسٹل کے پاس ہی تھا۔ کیا کرتی ہے وہ وہاں کیسے رہتی ہے پریشان تو نہیں وہ خوش تو ہے نا؟ فون پہ تو کچھ بتاتی نہیں...." رافعہ نے ایک ساتھ کئی سوال پوچھے تھے وہ ایک ماں کی فکرمندی تھی دادو اور اخلاق حسین دونوں خاموشی سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔

"روز تو.... نہیں ملتے تھے ممی.... بس ایک دو بار...." معید نے اٹکتے ہوئے کہا۔

"ویسے وہ ٹھیک ہے اور خوش بھی آپ فکر مت کریں بہت اچھی طرح ایڈجسٹ کرچکی ہے وہاں۔"

ان تینوں کے سامنے اسے کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ یہ بات کرتے ہوئے حالانکہ وہ کل پانچ دن وہاں رکا تھا اور یہ سچ تھا کہ وہ پانچ دن ہی اس سے رابطے میں رہا تھا۔ آخری دن اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی لیکن وہ خط اور گفٹ دینے اس کے ہوسٹل تو گیا تھا۔ اسے خود سمجھ نہیں آرہی تھی اس نے ان سے یہ بات کیوں چھپائی تھی۔ اگر وہ انہیں یہ کہہ دیتا کہ ہاں روز ملا تھا تو بھی کیا فرق پڑجاتا۔

"نہیں تھوڑا ریسٹ کرلوں پھر تسلی سے گپ شپ ہوگی۔" وہ فوراً ہی وہاں سے اٹھ گیا تھا۔ کمرے میں آکر اس نے شاور لیا اور بستر میں لیٹ گیا۔ وہ کچھ دیر سونا چاہتا تھا۔ آنکھیں بند کیں تو ایک بار پھر اس کا چہرہ نظروں کے سامنے آگیا۔ بڑی بڑی آنکھیں اور گلابی ہونٹ، ناراضی بھرا تاثر جو وہ چھپا نہیں پارہی تھی اور اتنے دن معید نے اسے خفا ہی دیکھا تھا۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ یہ اسے کیا ہوگیا تھا۔ لگتا ہے ان دنوں میں نے اسے کچھ زیادہ ہی اپنے سر پہ سوار کرلیا ہے۔ اس کے خیال کو جھٹکتے ہوئے اس نے ایک بار پھر کروٹ لے کر سونے کی کوشش کی۔

"صرف میں ہی تو جانتی ہوں دل کا درد کیا ہوتا ہے کیونکہ میں خود بھی اسی درد سے گزر رہی ہوں۔" اپنے بہت قریب اسے سبرینہ کی آواز آئی تھی۔ وہ یک دم اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

"ایک طرف آپ کے دل میں میری بہن کی محبت زندہ ہے اور دوسری طرف میرے لیے شدید نفرت۔" اسے سبرینہ کے وہ جملے یاد آئے جو اس نے ٹائم اسکوائر پہ کھڑے ہو کر کہے تھے۔

"نہیں میرے دل میں اس کے لیے نفرت نہیں... اس محبتیں بانٹنے والی لڑکی سے کوئی کیسے نفرت کرسکتا ہے۔" وہ آس پاس کہیں نہیں تھی، لیکن یہ آواز... اف میرے خدا یہ سب کیا ہورہا ہے۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

سبرینہ کی کلاسز شروع ہوچکی تھیں۔ زندگی ایک بار پھر پرانی روش پہ آگئی تھی، لیکن اس بار وہ پہلے کی طرح پرجوش نہیں تھی۔ یونیورسٹی اور ہوسٹل کے درمیان بھاگتے دوڑتے وقت کا پہیہ تیزی سے گھوم رہا تھا۔ اس کے خط کو سو بار پڑھ کر بھی وہ ایک سو ایک بار پڑھنے کی خواہشمند تھی۔ اس کا کارڈ اور تمام چیزیں بہت سنبھال کر رکھی تھیں اس نے۔ وہ خط اس سے باتیں کرنے کا واحد ذریعہ تھا۔ جو معید نے لکھا تھا وہ اس کی باتیں تھیں اور ان تمام باتوں کے جواب سبرینہ اکیلے میں دہراتی تھی۔ وہ اس سے کتنی محبت کرتی ہے اس بات کی تجدید نا جانے کتنی بار کرچکی تھی۔ وہ اس سے خفا نہیں، اس سے خفا ہو ہی نہیں سکتی یہ بات ہر بار خط پڑھتے ہوئے وہ معید سے کہتی۔ اسے سمیسٹر ختم ہونے کا انتظار تھا کیونکہ اس بار اسے لازمی گھر جانا تھا۔ سب سے ملے کتنے مہینے ہوگئے تھے، کتنی اکیلی تھی وہ ان کے بغیر پھر بھی دل پہ پتھر رکھ کے پھر رہی تھی اس کا بس چلتا تو اڑ کر گھر پہنچ جاتی۔

☼ ☼ ☼

معید ابھی کچھ دیر پہلے آفس سے آیا تھا۔ دادو سے ملنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آگیا تھا۔ کپڑے بدل کر ٹی وی آن کیا تو چینل سرچنگ کرتے ہوئے اسے ڈسکوری چینل پہ ایک پروگرام میں دلچسپی پیدا ہوئی۔ کولمبیا یونیورسٹی پہ ایک ڈاکومنٹری نشر ہورہی تھی۔ بے حد دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ یہ جگہ اس کے دل کے بہت قریب تھی اور کیوں نہ ہوتی وہ خود یہاں کا فارغ التحصیل تھا، لیکن اس وقت وہ اس جگہ کو اپنے لیے نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس جگہ میں اس کی دلچسپی کی وجہ سبرینہ تھی۔ پتا نہیں اسے کیوں ایسا لگ رہا تھا کہ اسکرین پہ دکھائے جانے والے مناظر میں شاید طلبا کی بھیڑ میں اسے وہ دکھائی دے جائے... وہ ایک احمقانہ سوچ تھی۔ پتا نہیں وہ ڈاکومنٹری کس موقع کی فوٹیج شو کررہی تھی، لیکن دل والے عقل والوں کی طرح کب سوچتے ہیں۔ وہ احمق ہی ہوتے ہیں۔ اچانک اسے کچھ یاد آیا۔ اپنا موبائل فون نکال کر وہ اب اس میں سے فوٹو کا فولڈر کھول رہا تھا۔ اس میں موجود چند تصاویر میں اسے سبرینہ کی تصویریں ملی تھیں۔ سبرینہ کروز شپ پہ کھڑی تصاویر لے رہی تھی اور وہ بھی وہیں کھڑا تھا۔ اس کے اڑتے ہوئے بھورے بال، گلے میں لپٹا اس کا لیمن گرین کلر کا اسکارف اور سیاہ ٹاپ کے ساتھ بلیو جینز... مجسمہ آزادی اس کے بیک گراؤنڈ میں تھا۔ معید انگلی سے آگے پیچھے کرتا اس کی وہ تمام تصویریں

دیکھ رہا تھا۔ دل کو اسے دیکھ کر ایک انجانی سی خوشی ہو رہی تھی۔

اپنے اس مختصر سفر کا ہر لمحہ یاد آگیا تھا۔ اس کی ناراضی، اس کا غصہ... وہ جب سے واپس آیا تھا ایک لمحے کے لیے بھی اسے بھلا نہیں پایا تھا۔ سونے سے پہلے اور جاگنے کے بعد پہلا خیال اسی کا ہوتا تھا۔ وہ بری طرح اس کے اعصاب پہ سوار تھی... شروع میں اس نے اس کے خیال سے جان چھڑانے کی بہت کوشش کی، لیکن وہ کامیاب نہیں ہو سکا تھا آہستہ آہستہ اس نے خود کو کنٹرول کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اسے وہ موسلا دھار بارش کی رات یاد آتی تھی جب اس نے پہلی بار معید سے اظہار محبت کیا تھا۔ اس وقت وہ سبرینہ کی بات سن کر مشتعل ہوا تھا، لیکن آج یہ سب سوچنا اچھا لگ رہا تھا۔

"کیا میں عبیرہ سے بے وفائی کر رہا ہوں؟" اس نے کئی بار خود سے سوال کیا تھا۔

"کیا میرے دل میں عبیرہ کی محبت کم ہو گئی ہے؟"

وہ بارہا یہ بات سوچ چکا تھا۔

"اس کی محبت تو مرتے دم تک میرے دل میں رہے گی، لیکن سبرینہ کے لیے یہ جو میرے دل میں جذبات سر اٹھا رہے ہیں کیا یہ بھی محبت ہے؟ کیا میں اس سے بھی محبت کرنے لگا ہوں؟"

"جس دن سے مجھے یہ پتا چلا ہے کہ آپ اور عبیرہ آپی ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے چاہتے تھے مجھے تو جیلسی نہیں ہوئی۔" جب وہ سب کچھ جانتے بوجھتے مجھ سے محبت کرنے سے خود کو روک نہیں پاتی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ میرا دل اس کی طرف نہ کھنچے... لاکھ کوشش کے باوجود اس کا خیال میرے دل سے نکل نہیں پاتا ہے۔ یہ اس کی بے بسی کی انتہا تھی اور پھر وہ اس نتیجے پہ پہنچا کہ وہ سبرینہ سے شدید محبت کرنے لگا ہے، اتنی ہی محبت جتنی وہ معید سے کرتی ہے۔ دیر نہ سہی مگر اس نے معید کی دل میں نرم گوشہ بنا لیا تھا۔ دونوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ وہ اسے کہہ چکی ہے اور معید نے اسے کہا نہیں پتا نہیں وہ اسے کبھی یہ بات کہہ پائے گا یا نہیں۔

گھر والوں کو یہ سب پتا چلے گا تو کتنا معیوب لگے گا۔ وہ اس سے عمر میں بہت چھوٹی ہے... اور پھر... سب اس کے اور عبیرہ کے متعلق جانتے ہیں۔ وہ کیا سوچیں گے اس کے بارے میں۔ اس خیال کے آتے ہی وہ کچھ بے چین ہو گیا تھا، لیکن کیا حرج ہے کہ وہ اس کی باتوں اس کی یادوں سے خود کو خوش رکھنے کی کوشش کرے۔ عبیرہ کی یادیں اسے جینے نہیں دیتی تھیں، لیکن سبرینہ کی محبت نے اس میں نئی روح پھونک دی تھی۔ وہ جب سے واپس آیا تھا خوش تھا، ہنستا بولتا تھا، مسکراتا تھا۔ نارمل ہو رہا تھا۔ وہ سبرینہ سے محبت کرنے لگا تھا اس سچ کے ساتھ زندگی گزارنا آسان ہو گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"آپ نے سبرینہ کو ٹکٹ بھیج دیا؟" سب لوگ کھانے کی میز کے گرد جمع تھے۔ آج ہی اس کے امتحانات ختم ہوئے تھے اور رافعہ نے بے قراری سے اخلاق حسین سے اس کے سفر کے بارے میں سوال جواب شروع کر دیے تھے۔ پورا ایک سال گزر گیا تھا، ایک سال سے انہوں نے اسے گلے نہیں لگایا تھا، اس کا ماتھا نہیں چوما تھا۔

"ایک ہفتہ پہلے ہی ای میل کر چکا ہوں۔ اسے کچھ شاپنگ کرنی تھی کہہ رہی تھی ایگزامز سے دو دن بعد کی سیٹ کروائیں اس لیے پرسوں کی فلائٹ کنفرم کروائی ہے۔" وہ جانتے تھے رافعہ بیٹی سے ملنے کے لیے کتنی بے قرار ہے۔ خود وہ بھی دن گن رہے تھے۔

"ایک ہی بیٹی ہے اسے بھی دور بھیج دیا ہے۔" رافعہ جل کر بولیں۔

"ابھی تو وہ پڑھنے گئی ہے کل جب اس کی شادی ہو گی تب تو وہ ہمیشہ کے لیے دور چلی جائے گی، سوچو اگر اس کی شادی ملک سے باہر ہو گئی تو سال دو سال بعد ہی ملنے آیا کرے گی نا..." اخلاق حسین نے ان کے منہ بنانے پہ انہیں وہ حقیقت یاد دلائی جو بیٹیوں کے ماں

باپ ان کی پیدائش کے دن سے ہی جانتے ہیں۔ وہ بھی اس سچ سے واقف تھیں، لیکن یاد نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

"یہ تو آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" رافعہ نے اداسی سے کہا۔

"لیکن میں اس کی شادی ملک سے باہر تو کبھی نہیں کروں گی۔ پاکستان میں ہی کروں گی۔ کتنا اچھا ہو گا نہ اخلاق کہ وہ ہمیشہ ہمارے نزدیک رہے۔" ان کی بات پہ اخلاق حسین اور دادو تو محض مسکرائے تھے، لیکن معید کو اچھو لگا تھا۔

"ایکسکیوزمی۔۔۔" پانی کا گلاس جلدی سے منہ سے لگائے اس نے معذرت کی تھی۔ اخلاق حسین بہت دیر تک معید کو دیکھتے رہے تھے۔ رافعہ نے یہ بات ایسے ہی کہی تھی اس کا مطلب وہ نہیں تھا جو معید سمجھا تھا۔ یہ بات ان لوگوں کے ذہن میں بھی نہیں تھی، لیکن معید کے دل میں چور تھا اور اخلاق حسین اس چور کو اسی دن پکڑ چکے تھے جب وہ اسے یہ کہہ کر امریکا گیا تھا کہ وہ اپنے دوستوں سے ملنے جارہا ہے۔ وہ کسی سے بھی ملے بغیر واپس آگیا تھا۔ اس کا جھوٹ وہ اس وقت بھی جانتے تھے۔ اپنے بچوں کی نظروں، ان کے لہجوں اور رویوں سے وہ بہت اچھی طرح واقف تھے۔ واپس آکر وہ دن کتنا ڈسٹرب رہا تھا۔۔۔ اور پھر اچانک وہ نارمل ہونے لگا تھا۔ بات بے بات مسکرانا، ہنسنا بولنا، سب میں بیٹھنا۔۔۔ معید پہلے سے بہت بدل گیا تھا۔ اس نے کہا تھا وہ ایک دو بار سبوینہ سے ملا ہے، لیکن اس کا یہ جھوٹ بھی اخلاق حسین نے پکڑ لیا تھا۔ انہوں نے باتوں باتوں میں سبوینہ سے کنفرم کر لیا تھا کہ معید اس کے پاس کب آیا تھا۔

"معید کے ساتھ کہیں گھومنے نہیں گئیں؟ اس کی چھٹیاں کیسی گزر رہی ہیں اور وہ کہاں کہاں گھومی پھری ہے۔" یہ بات پوچھتے ہوئے انہوں نے اچانک ہی اس سے پوچھ لیا تھا۔

"چار پانچ بار ملاقات ہوئی تھی۔۔۔ کروز پہ گئے، سینما گئے۔ ایک دو بار ہوسٹل آئے پھر انہیں واپس جانا تھا۔" سبوینہ کو کیا پتا معید ان سے سچ چھپائے گا۔ وہ تو اپنی طرف سے ڈری ہوئی تھی کہ معید ان سے اس کے رویے کی شکایت نہ کر دے جیسے اس دن دادو کے سامنے بول پڑا تھا۔ اسی لیے اس نے بتا دیا کہ وہ جتنے دن رہا اس سے برابر ملتا رہا البتہ گفٹ والی بات وہ گول کر گئی تھی۔ اس سے پہلے وہ صرف سبوینہ کی اس میں انوالومنٹ سے واقف تھے، لیکن اب معید کے بدلے ہوئے مزاج انہیں اس کے سبوینہ میں انٹرسٹ کی کنفرمیشن دے رہے تھے۔

"آرام سے بیٹا۔" دادو اس کی پیٹھ تھپک رہی تھیں۔

☼ ☼ ☼

آج سبوینہ آرہی تھی۔۔۔ گھر میں جیسے جشن کا سماں تھا۔ اس کا کمرہ رافعہ نے خود سیٹ کیا تھا۔ سب ملازمین اس کے استقبال کی تیاریوں میں لگے تھے۔

"پہنچے نہیں اب تک؟" اخلاق حسین اسے لینے ایئرپورٹ گئے ہوئے تھے اور دادو پچھلے آدھے گھنٹے میں آٹھویں دفعہ یہ سوال کر چکی تھیں۔ معید ان کی بے قراری سے محظوظ ہوتا مسکرا رہا تھا۔ وہ کیا بتاتا اس بار اس سے ملنے اسے دیکھنے کے لیے اس سے زیادہ شاید ہی کوئی بے قرار ہو گا۔ خود پر لاپروائی کا ملمع چڑھائے وہ ان سب کی باتیں سن رہا تھا۔

"لگتا ہے آگئے۔" رافعہ تیزی سے لاؤنج کے دروازے کی طرف لپکیں۔ گاڑی کی آواز سے انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ لوگ گھر آچکے ہیں۔

"میری بچی، میری جان۔۔۔" اسے سینے سے لگائے بہت دیر تک وہ اسے پیار کرتی رہیں۔ کئی بار اس کا ماتھا چوما۔

"ممی اندر تو آنے دیں لگتا ہے آپ مجھے دروازے سے ہی رخصت کرنے کے موڈ میں ہیں۔۔۔" انہیں رونا دیکھ کر وہ شرارتی لہجے میں بولی تو انہوں نے اس کی کمر پہ ایک دھپ لگائی۔ اخلاق حسین اس کا سامان

نکلوا رہے تھے۔

"دادو....." وہ بھاگتی ہوئی ان سے لپٹ گئی۔

"کیسی ہے میری بچی۔" انہوں نے اس کا منہ چومتے ہوئے محبت سے پوچھا۔

"اچھی ہے....." اس کی بجائے یہ جواب معید نے دیا تھا جو اس وقت ان کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ دادو اور سبرینہ نے ایک ساتھ اس کی طرف دیکھا۔

"میرا مطلب ٹھیک ہے..... ٹھیک ہی لگ رہی ہے..... آئی مین اچھی بھلی لگ رہی ہے۔" وہ جب سے اندر آئی تھی وہ مسلسل اسے دیکھ رہا تھا۔ جینز پہ میرون کلر کے ٹاپ پہ ایک بلیک ٹرینچ کوٹ میں وہ کافی اچھی لگ رہی تھی۔ بالوں کو کلپ سے ڈھیلا سا باندھا ہوا تھا۔ وہ وہاں بیٹھا یہی سوچ رہا تھا جب دادو نے اس سے سوال کیا۔ نادانستہ اس کی زبان سے یہ بات پھسلی تھی۔ اپنی بات کو کور کرنے کے لیے اس نے اٹکتے ہوئے وضاحت دی تھی۔ سبرینہ زیر لب مسکرائی۔ اتنی دیر میں اخلاق حسین بھی کمرے میں داخل ہوگئے۔

دیر رات تک وہاں محفل جمی رہی، کچھ اسے نیند بھی نہیں آرہی تھی کچھ سب سے ملنے کی ایکسائیٹمنٹ۔ وہ سب کے لیے تحفے لائی تھی یہاں تک کہ گھر کے ملازموں کے لیے بھی۔ سارا سامان وہیں کھول کر وہ انہیں ایک ایک چیز دکھا رہی تھی۔ پھوپھو اور اپنے کزنز کے تحفے وہ الگ کرچکی تھی۔ آہستہ آہستہ محفل برخاست ہونے لگی۔ پہلے دادو اپنے کمرے میں گئیں اور پھر اخلاق حسین۔ رافعہ اسے آرام کرنے کی تاکید کرتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔ معید وہاں بیٹھا کوئی پرانا میچ دیکھ رہا تھا۔ اس کا دھیان پوری طرح ٹی وی میں تھا۔ یوں بھی ان لوگوں کی گفتگو میں اس نے کوئی خاص حصہ نہیں لیا تھا۔ علیم الدین اس کا باقی کا سامان اس کے کمرے میں رکھنے چلا گیا تو وہ بھی وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"سب کے لیے گفٹ لے کر آئی ہو ایک میں ہی یاد نہیں رہا۔ اس کرم کی کوئی خاص وجہ حالانکہ میں جب آیا تھا تو تمہارے لیے خصوصی تحفہ لایا تھا۔" اس کی بات پہ پلٹ کر سبرینہ نے اسے دیکھا جس کی نظریں اب بھی ٹی وی پر ہی تھیں۔

"آپ بھول رہے ہیں، آپ نے تحفہ آنے پہ نہیں واپسی پہ دیا تھا..... میں بھی آپ کا گفٹ جاتے ہوئے دے کر جاؤں گی۔" اعتماد سے کہتی وہ اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔ معید اس کی بات سن کر مسکراتا ہوا ٹی وی آف کررہا تھا۔ اسے بھی نیند آرہی تھی۔

☼ ☼ ☼

آج وہ لوگ پھوپھو کی طرف انوائیٹڈ تھے، سبرینہ کے آنے پہ انہوں نے اس کے لیے دعوت کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ تیار ہوکر وہ جلدی سے کمرے سے نکلی، وہی ہوائی رفتار اور بنا دیکھے بھاگنے کی عادت..... اپنے کمرے سے نکلتے معید سے زوردار ٹکر ہوگئی۔ سبرینہ کا سر معید کے سینے پہ لگا اور پھر وہ اپنی ہائی ہیل سینڈل کی وجہ سے خود کو بیلنس نہیں کرسکی اور دھڑام سے زمین پہ گر پڑی۔

"ہائے اللہ میں مرگئی۔" اس کا ایک ہاتھ ماتھے پہ تھا اور دوسرے ہاتھ سے اپنا دایاں پاؤں پکڑا ہوا تھا۔ وہ درد کی شدت سے دہائیاں دے رہی تھی۔

"سبرینہ تم دیکھ کر نہیں چل سکتیں۔" وہ جتنی قوت سے اس سے ٹکرائی تھی معید کے اپنے اچھی خاصی چوٹ لگی تھی۔

"میں دیکھ کے نہیں چل رہی تھی تو آپ تو چار آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں نا، آپ ہی سائیڈ پہ ہوجاتے۔" سبرینہ نے اس کی آنکھوں پہ لگے نظر کے چشمے کا اضافہ اسے جتایا تھا جو معید نے چند ہفتے پہلے ہی لگانا شروع کیا تھا۔

"دکھاؤ کہاں لگی ہے چوٹ۔" اس کی بات پہ مسکراتا وہ اس کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

"تم نے پھر یہ ہیلز پہن لیں..... جب چلا نہیں جاتا تو کیوں پہنتی ہو یہ اسٹوپڈ اونچی ایڑھی کے جوتے۔"

اس کا پاؤں مڑ گیا تھا اور معید نے اس کے پاؤں میں وہی جوتے پہنے دیکھے جو اس نے شادی پہ پہنے تھے۔

"ایسا بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے' میں بہت آرام سے مینیج کر لیتی ہوں ہائی ہیلز کو۔۔۔ یہ تو پتا نہیں ہر بار آپ کی وجہ سے میرے ساتھ کچھ نہ کچھ ہو جاتا ہے۔" وہ اس کا ہاتھ ہٹا کر ایک بار پھر اپنا پاؤں سہلا رہی تھی۔

"میری وجہ سے؟ عجیب مخلوق ہو تم قسم سے۔۔۔ چلو اب اٹھو مجھے چل کے دکھاؤ تاکہ پتا چلے کتنا درد ہو رہا ہے' زیادہ پرابلم ہوئی تو ڈاکٹر کی طرف چلتے ہیں۔" اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھنے میں مدد کرنے کے بعد وہ اب اسے چلا کر دیکھ رہا تھا۔ شروع میں وہ تھوڑا سا لڑکھڑائی' لیکن پھر ٹھیک سے چلنے لگی تھی۔

"زیادہ درد نہیں ہے' میں چل لوں گی۔" شکر تھا اسے زیادہ چوٹ نہیں لگی تھی۔

"آر یو شیور؟" معید کے استفسار پر اس نے ہاں میں گردن ہلائی۔

"اچھا پلیز یہ جوتے تو بدل لو۔۔۔ تم پھر گر جاؤ گی۔" معید کو ایک بار پھر اس کے جوتوں کا خیال آیا۔

"نہیں بدل رہی میں جوتے یہ میرے ڈریس سے میچ کرتے ہیں۔" اپنا بازو چھڑا کر وہ وہاں سے چلی گئی۔ معید سر ہلاتا رہ گیا۔

✻ ✻ ✻

"سبرینہ بیٹا کیوں نہ آج ایک میچ ہو جائے۔" علیم الدین بچپن سے اس کے ساتھ تھا' اس کی ہر شرارت کا ساتھی۔ ماضی کیسا بھی ہو حال سے اچھا ہوتا ہے اور وہ تو اس کی زندگی کے شاندار دن تھے' جو اس نے اس گھر میں گزارے۔ وہ محبت سے اپنے بوڑھے دوست کی بات پہ مسکرائی۔

"ٹھیک ہے چاچا آج میچ ہو ہی جائے۔" سبرینہ کے چہرے پہ ایکسائٹمنٹ تھی۔ اس کا بیٹ اور بال علیم الدین نے بہت سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔ لان میں سب انتظام ہو چکا تھا۔ آج اتوار کا دن تھا۔ اخلاق حسین اپنے کسی دوست سے ملنے گئے ہوئے تھے۔

رافعہ کچن میں اس کے لیے فرمائشی کھانا بنا رہی تھیں اور دادو سردی سے چھپی اپنے کمرے میں لحاف میں بیٹھی تھیں۔

"لگتا ہے آج پھر کرکٹ کی شامت آئی ہے۔" انداز تو خود کلامی والا تھا' لیکن آواز اتنی بلند تھی کہ لان میں کھڑے سبرینہ اور علیم الدین با آسانی سن سکتے تھے' وہ خود اس وقت ٹیرس میں کھڑے اسے بیٹ سنبھالے دیکھ رہا تھا۔

"ہماری سبرینہ بٹیا بڑی کھلاڑی ہیں معید بیٹا۔" علیم الدین نے خوشی سے کہا اور سبرینہ نے ادا سے گردن اکڑائی۔

"چاچا یہ تب تک ہی کھلاڑی ہیں جب تک آپ باؤلنگ کر رہے ہیں۔" معید کی بات پہ اس کے ماتھے پہ بل نمودار ہوئے۔

"میدان کے باہر کھڑے ہو کر تبصرہ کرنا بہت آسان ہوتا ہے' جو میدان میں اترے کھلاڑی وہی ہوتا ہے باہر کھڑے ہونے والے کو تماشائی کہتے ہیں۔" معید کی بات سے جل کر وہ اسے ٹھیک ٹھاک سنا رہی تھی۔ معید کوئی بھی جواب دیے بغیر ٹیرس سے چلا گیا تھا۔ سبرینہ کو لگا وہ اس کی بات سے ناراض ہو گیا ہے اسے کچھ پچھتاوا بھی ہوا۔۔۔ وہ جانتی تھی وہ مذاق تھا' لیکن سبرینہ بلاوجہ سیریس ہو گئی تھی۔ علیم الدین اسے گیند کرانے ہی والا تھا کہ معید لان میں آ گیا۔

"لائیں چاچا بال مجھے دیں۔۔۔ ذرا دیکھیں تو آپ کی بٹیا کتنی بڑی کھلاڑی ہیں۔" بلیک جینز پہ گرے سویٹر پہنے وہ رف سے حلیے میں علیم الدین کے ہاتھ سے بال لے کر لان کے بالکل آخری کونے میں چلا گیا تھا۔ علیم الدین کے چہرے پہ حیرت اور خوشی کا ملا جلا تاثر تھا۔ سبرینہ خود حیران پریشان اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے اپنی پوزیشن سنبھالی اور بیٹ کو تھامے ہلکا سا جھکی۔ معید کافی پیچھے سے بھاگتا ہوا آیا اور تیز رفتاری سے بال اس کی طرف پھینکی۔ سبرینہ نے بیٹ اٹھایا' لیکن بال اتنی تیز تھی اسے نظر ہی نہیں آئی۔ بیٹ کو چھوئے بغیر وہ نکل گئی تھی۔ اگلی بال بھی سبرینہ کھیل

نہیں پائی تھی۔ تیسری بال سیدھی وکٹ میں لگی تھی۔

"آؤٹ....." معید نے اس کی اتری ہوئی شکل دیکھی اور بیٹ اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ وہ تو علیم الدین کی ہلکی پھلکی گیندوں پہ چوکے چھکے لگاتی تھی۔ کہاں معید کی جارحانہ باؤلنگ' ایک بھی شاٹ کھیلے بغیر وہ آؤٹ ہو گئی تھی۔

اب بیٹ معید کے ہاتھ میں تھا' علیم الدین فیلڈنگ کر رہا تھا۔ سبرینہ کی ہر بال پہ معید پوری طاقت سے شاٹ مارتا اور بال لان کے آخری کونے میں ہوتی۔ اسے اندازہ بھی نہیں تھا معید اتنی اچھی کرکٹ کھیلتا ہے۔ اس نے بہت بچپن میں اسے اپنی بہن کے ساتھ کھیلتے دیکھا تھا اور وہ نہیں جانتی تھی کہ اتنے برسوں بعد بھی وہ اس سے لاکھ گنا بہتر گیم کھیل سکتا ہے۔ بھاگ بھاگ کے اس کا برا حال ہو گیا تھا۔ سردی کے موسم میں بھی اس کے پسینے چھوٹ گئے تھے اور یہی حال علیم الدین کا تھا۔ جو لان میں بھاگتا بال ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔

"کھلاڑی میدان کے باہر بھی کھلاڑی ہی ہوتا ہے۔" وہ ہانپتی ہوئی بال کرانے آئی تو معید نے کہا۔ اس نے تیزی سے بال کروائی اور معید نے بھرپور شاٹ ماری' بال اڑتی ہوئی لان سے باہر تھی۔

"اور اناڑی میدان کے اندر بھی اناڑی ہی رہتا ہے۔" وہ آج اسے کسی قیمت پہ بخشنے والا نہیں تھا۔

"میں تھک گئی ہوں اب اور نہیں کھیل سکتی۔" آج کا دن سبرینہ ساری عمر نہیں بھول سکتی تھی' یہ کھیل وہ ہمیشہ یاد رکھتی۔

"میری تقلید میں کرکٹ کھیلتی ہی ہو تو کم سے کم کھیلو تو ڈھنگ سے۔" معید بیٹ اٹھائے اس کے پاس چلا آیا تھا۔

"جی نہیں میں کرکٹ اس لیے کھیلتی ہوں کیونکہ مجھے اس کا بے حد شوق ہے۔" وہ چڑ کے بولی تھی۔

"بالکل بالکل' جیسے تم کولمبیا یونیورسٹی بھی تو اپنے شوق سے گئی تھیں۔" معید نے اسے مزید چڑایا۔

"کیوں آپ کو شک ہے میں کولمبیا آپ کی وجہ سے گئی ہوں؟" وہ اس کی بات سن کر ہنسا۔

"مجھے شک نہیں بلکہ یقین ہے کہ تم نے کولمبیا یونیورسٹی کا انتخاب صرف اس لیے کیا کیونکہ میں وہاں پڑھتا رہا ہوں۔" وہ تپ گئی تھی' اس سے پہلے کہ وہ اس کی بات کا کوئی جواب دیتی اسی وقت اخلاق حسین کی گاڑی گھر کے اندر داخل ہوئی۔ سبرینہ نے انہیں مسکراتے ہوئے دیکھا وہ بھی اس کو دیکھ کر مسکرائے اور اسی وقت ان کی نظر لان میں کھڑے معید پہ پڑی جو ہاتھ میں بیٹ تھامے کھڑا تھا۔ ان کی مسکراہٹ اور بھی گہری ہو گئی۔

"سبرینہ کا خیال تھا کہ میں کرکٹ بھول چکا ہوں' میں نے سوچا ذرا چیک تو کروں میں کس فارم میں ہوں۔" وہ ان کی طرف آتا انہیں بتا رہا تھا۔

"پھر کیا اسکور رہا؟" اخلاق حسین نے پوچھا۔

"ون ہنڈرڈ ناٹ آؤٹ....." علیم الدین ہانپتا ہوا بال پکڑے ان کے پاس آیا جو اس نے لان کے کسی کونے سے ڈھونڈی تھی۔ دونوں نے زوردار قہقہہ لگایا۔ اخلاق حسین گھر کے اندر چلے گئے معید بھی ان کے پیچھے ہی چلا گیا تھا۔ سبرینہ کمر پہ ہاتھ رکھے اسے دیکھتی رہی۔ اندر داخل ہونے سے پہلے اس نے پلٹ کر سبرینہ کو دیکھا جو اسی کو دیکھ رہی تھی۔ اس پہ ایک مسکراتی ہوئی نگاہ ڈال کر وہ اندر چلا گیا۔

✲ ✲ ✲

"کیا سوچ رہے ہیں؟" اخلاق حسین کافی دیر سے بیڈ پہ بیٹھے تھے۔ رافعہ کمرے میں آئیں تو انہیں گہری سوچ میں ڈوبا دیکھ کر ان کے پاس بیٹھ گئیں۔

"سوچ رہا تھا ایک ہفتے بعد سبرینہ واپس چلی جائے گی' اس کے ساتھ دو ہفتے کتنی جلدی گزر گئے اب بس کچھ دن میں واپس چلی جائے گی تو گھر خالی خالی لگے گا۔" رافعہ انہیں پہلی بار افسردہ دیکھ رہی تھیں ورنہ اس سے پہلے تو وہ ہمیشہ سبرینہ کے امریکا میں پڑھنے کی طرف داری کرتے رہے تھے۔

"تو آپ روک کیوں نہیں لیتے اسے' وہ یہاں رہ کر بھی تو اپنی تعلیم مکمل کر سکتی ہے... میں تو سوچ رہی تھی کہ اس کی شادی کے لیے رشتہ دیکھا جائے آخر وہ بیس سال کی ہو چکی ہے۔" رافعہ نے انہیں قائل کرنے کی کوشش کی۔

"تمہیں سبرینہ کی شادی کا خیال ہے' لیکن تم نے معید کے بارے میں کیا سوچا ہے رافعہ' سبرینہ سے پہلے اصولاً" معید کی شادی ہونی چاہیے۔" اخلاق حسین کی بات ٹھیک تھی۔

"معید شادی کے لیے مانے تو پھر ہے نا' آپ جانتے تو ہیں جب جب اس سے شادی کی بات کی ہے اس نے صاف منع کر دیا ہے' ورنہ میری تو کتنی خواہش تھی کہ اس کی شادی کروں' اس موضوع پہ تو وہ امی کی بات سننے کے لیے بھی تیار نہیں۔" وہ سب جانتے تھے کہ معید شادی کی بات پہ بھڑک جاتا تھا۔

"کیا تم نے سبرینہ سے پوچھا ہے شادی کے متعلق... کیا سبرینہ مان جائے گی شادی کے لیے؟" اخلاق حسین نے انہیں نئی پریشانی میں ڈال دیا تھا۔

"کیا مطلب سبرینہ کیوں نہیں مانے گی... شادی تو اس کی کرنی ہے کوئی ساری عمر گھر تھوڑی بٹھائے رکھنا ہے' اب نہ سہی تعلیم مکمل ہونے پر ہی شادی تو کرنی ہے اس کی۔" اخلاق حسین رافعہ کو خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔

"اور اگر اس نے بھی معید کی طرح شادی سے انکار کر دیا پھر... پھر کیا کرو گی تم؟" رافعہ ان کی بات سے کچھ الجھ گئی تھیں۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں' سبرینہ کیوں انکار کرے گی شادی سے... کیا آپ سے کچھ کہا ہے اس نے؟ آپ بتاتے کیوں نہیں مجھے آخر کیا اس نے آپ سے کچھ کہا ہے۔" اخلاق حسین نے انہیں شروع سے آخر تک تمام بات بتادی وہ سب جو وہ پچھلے ایک سال سے جانتے تھے۔ وہ ان دونوں کے بارے میں سوچ رہی تھیں۔ سبرینہ کا بدلا ہوا موڈ' اس کی خاموشی' اس کا پاکستان سے چلے جانا وہ بھی نیویارک اور کولمبیا

یونیورسٹی۔۔۔ کڑی سے کڑی ملاتے ہوئے انہیں سبرینہ کی معید کے لیے محبت کی شدت کا اندازہ ہوا تھا۔ وہ ماں ہو کر اس کے حال دل سے انجان تھیں اور اخلاق حسین باپ ہو کر بھی اس کے اتنے بڑے راز سے واقف تھے۔

"سبرینہ اور معید۔۔ وہ کافی چھوٹی ہے معید سے۔" رافعہ حیران پریشان بیٹھی تھیں۔

"میرے نزدیک اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔" اخلاق حسین کی بات سن کر رافعہ سوچ میں پڑ گئی تھیں۔

"اگر ایسا ہو جائے تو کتنا اچھا ہو گا سبرینہ ہمارے پاس ہی رہے گی۔" اچانک ہی ان کا دھیان اس پہلو پہ گیا تھا اور وہ بہت خوش ہو گئی تھیں۔

"میں کافی عرصے سے معید کا بدلا ہوا روپ دیکھ رہا ہوں جس طرح وہ سبرینہ کو ٹریٹ کر رہا ہے میرا خیال ہے وہ خود بھی اس میں انٹرسٹڈ ہے، لیکن میں چاہتا ہوں وہ دونوں خود کوئی فیصلہ کریں۔ میں معید کو اس رشتے کے لیے فورس نہیں کرنا چاہتا۔ وہ اگر سبرینہ کو پسند کرتا ہے تو اسے یہ فیصلہ خود کرنا ہو گا اور تم بھی اس سے اس سلسلے میں کچھ مت کہنا اور امی سے بھی یہ بات کرنے کی ضرورت نہیں۔" رافعہ ان کی بات سن کر خاموش ہو گئی تھیں۔ معید ان کو کتنا پیارا تھا' اس جیسا داماد قسمت والوں کو ملتا ہے۔ ان کی عبیرہ اگر زندہ ہوتی تو وہ اس کا مقدر ہوتا۔ عبیرہ نہیں رہی تھی' لیکن ہاں سبرینہ کے ساتھ اس کی شادی کی جا سکتی تھی۔

اگلے دو تین دن رافعہ خاموشی سے ان دونوں کا تجزیہ کرتی رہی تھیں۔ انہیں پہلی بار اندازہ ہوا تھا کہ سبرینہ بہت بدل چکی ہے۔ وہ اپنی باتیں ان سے چھپانے لگی ہے' معید کے لیے اس کی بے خودی جسے وہ کبھی اس کا بچپنا اور ایک کزن کے لیے تجسس سمجھتی تھیں اب انہیں کچھ اور ہی روپ میں نظر آ رہی تھی۔ اس کا معید کو دیکھنا' اس کی موجودگی میں اس پر بھرپور توجہ دینا ان دونوں کا ایک دوسرے طرف جھکنے اچھا لگنا

اور پھر معید کا اس کو آج کل ضرورت سے زیادہ توجہ دینا۔ یہ سب انہیں پہلے کیوں نظر نہیں آیا تھا۔ دل کو انجانی سی خوشی بھی ہو رہی تھی اور ایک دھڑکا بھی لگا ہوا تھا۔ وہ دونوں ایک ہی وقت میں ایک دوسرے کی طرف مائل بھی تھے اور کھنچے کھنچے بھی۔ کیا یہ ممکن ہو پائے گا۔ وہ آج کل یہی سوچ رہی تھیں۔

☼ ☼ ☼

"اب تو تمہارے جانے میں تین دن رہ گئے ہیں' اب تو میرا گفٹ دے دو۔۔۔ اتنے دن سے انتظار کر رہا ہوں۔۔۔ مجھے تو لگتا ہے لاسٹ منٹ پہ جسٹ کڈنگ کہہ کر چلی جاؤ گی۔" وہ اپنے کمرے سے نکل رہی تھی جب معید آفس سے آ کر اپنے کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ معید کی بات سن کر وہ رک گئی تھی۔

"اپنے گفٹ کی کتنی فکر ہے اور میں جو یہاں اتنے دن سے ہوں تو کوئی لفٹ ہی نہیں کرا رہے۔ ویسے تو مجھے کہا گیا تھا کہ میرا انتظار کریں گے' ہم اب دوست ہیں' لیکن دیکھیں سب روٹین چل رہی ہے۔ میں سارا دن گھر میں بور ہوتی رہتی ہوں اور آپ پاپا کے ساتھ مزے سے آفس چلے جاتے ہیں۔"

"سوری بھئی مجھے تو خیال ہی نہیں رہا تھا' خیر یہ بتاؤ کہاں چلنا ہے۔"

"آپ کو مجھے ڈنر کرانا ہو گا۔۔۔ وہ بھی میرے فیورٹ ریسٹورنٹ میں۔"

"یہ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ کل چلتے ہیں۔" معید نے فوراً" پروگرام بنا لیا تھا۔ وہ خوش خوش نیچے چلی گئی۔ عجیب شخص ہے یہ بھی محبت کرتا ہے مگر اس کا اقرار نہیں کرتا۔ سبرینہ کو اس کا ہر انداز جتا رہا تھا کہ وہ بھی اس کے لیے وہی جذبات رکھتا ہے' لیکن پھر بھی وہ اس کی زبان سے سننے کی خواہش مند تھی۔

ریڈ کلر کے امبرائیڈ سوٹ میں وہ کافی اچھی لگ رہی تھی۔ میک اپ بھی سلیقے سے کیا ہوا تھا۔ ریڈ اسٹائلیٹو میں وہ بہت اسٹائلش لگ رہی تھی۔ معید دادو کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھا تھا جب اس کی نگاہ

سبرینہ پہ پڑی گلے میں دوپٹا ڈالے وہ پہلی سیڑھی پہ کھڑی اسی کو دیکھ رہی تھی۔ معید کی نظروں میں پسندیدگی کی جھلک تھی۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے سبرینہ نے سیڑھیاں اترنے کے لیے اپنا پاؤں آگے بڑھایا ماربل کی سیڑھیوں سے اترتے اس کا پاؤں پہلی سیڑھی کے کونے سے پھسلا اور وہ ایک دم لڑکھڑائی۔ اس سے پہلے کہ وہ خود کو سنبھالتی وہ پہلی سیڑھی سے نیچے گری اور پھر گرتی چلی گئی۔ معید نے اسے اپنے سامنے وہاں سے گرتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ بے تحاشا اس کی طرف دوڑا وہ آخری سیڑھی پہ تھی جب اس نے اسے پکڑا۔ اس کے ماتھے سے خون بہہ رہا تھا اور درد کی شدت سے وہ نیم بے ہوشی میں تھی۔ سب گھر والے اس کے گرد جمع تھے۔

"سبرینہ اٹھو۔ آنکھیں کھولو سبرینہ" وہ دیوانہ وار اسے بانہوں میں سمیٹے جھنجوڑ رہا تھا۔

"تمہیں کچھ نہیں ہو سکتا... میری بات سن رہی ہو نہ تم... میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ تم ایسے مجھے چھوڑ کے نہیں جا سکتی۔ میں ایک بار اپنی محبت کا ماتم کر سکتا ہوں دوسری بار نہیں... تم اگر مجھے چھوڑ کر گئی تو میں مر جاؤں گا... سبرینہ اٹھو۔" وہ ہذیانی کیفیت میں بولتا اس کے بے ہوش وجود کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھا۔ اس کے ماتھے سے بہتا خون معید کی سفید قمیص کو لال کر رہا تھا۔ سب گھر والے پریشانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"معید... سبرینہ کو اسپتال لے کر چلتے ہیں۔" اخلاق حسین کی بات سن وہ ہوش میں آیا تھا۔ اسے گود میں اٹھائے وہ گھر سے باہر نکلا اخلاق حسین پہلے ہی گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔ اسے اسپتال میں فوری ایمرجنسی ٹریٹمنٹ ملا تھا۔ اس کی چوٹیں شدید تھیں۔ سر اور گردن کے علاوہ اس کی کمر، بازو اور پاؤں پہ بھی شدید ضربیں لگی تھیں۔ فوری طور پہ اس کا ایم آر آئی اور سی ٹی اسکین کیا گیا تھا۔

"وہ ٹھیک ہو جائے گی نا دادو... وہ مجھے عبیرہ کی طرح چھوڑ کر تو نہیں جائے گی۔" وہ بچوں کی طرح خوف زدہ تھا۔ سبرینہ اس وقت آئی سی یو میں تھی۔ سب سے زیادہ چوٹ اس کی گردن اور کمر کو لگی تھی، ہڈی نہیں ٹوٹی تھی اسی لیے وہ اب تک زندہ تھی مگر اس کے اندرونی مسلز اور مہروں کو نقصان پہنچا تھا۔

"وہ ٹھیک ہو جائے گی میرے بچے، اسے کچھ نہیں ہو گا۔" وہ دادو کے پاس بیٹھا تھا۔ دادو روتے ہوئے اسے حوصلہ دے رہی تھیں۔ وہ سارے گھر کی جان تھی اس کے لیے سب ہی پریشان تھے اور اس کی زندگی اور صحت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔

"وہ ایک بار ٹھیک ہو جائے میں کبھی اسے خود سے دور نہیں جانے دوں گا۔" معید کے لیے اس کا وجود آکسیجن پمپ بن گیا تھا جب تک وہ اس کے پاس تھی معید کو لگتا تھا اس کی سانسیں چلتی رہیں گی اور اسے کھو کر وہ اب زندہ نہیں رہ پائے گا۔ پچھلے چند گھنٹے میں وہ جس طرح اس کے لیے تڑپ رہا تھا یہ سچائی کسی سے پوشیدہ نہیں رہی تھی کہ وہ سبرینہ سے بہت محبت کرتا ہے۔ جس بات کو اپنی زبان پہ لاتے ہوئے وہ ہچکچاتا

تھا اب اتنے گھنٹوں میں جانے کتنی بار دہرا چکا تھا۔ ایک نرس بھاگتی ہوئی باہر آئی۔ وہ سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"آپ کی پیشنٹ کو ہوش آگیا ہے میں ڈاکٹر صاحب کو لے کر آتی ہوں۔" وہ انہیں بتا کر تیزی سے وہاں سے چلی گئی تھی۔ ان سب نے اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔ چند منٹ میں ڈاکٹر کو انہوں نے کوریڈور سے جاتے دیکھا۔ اس کے ایک بازو اور پاؤں پہ پلاسٹر تھا جہاں فریکچر ہوا تھا۔ گردن پہ کالر لگا تھا۔ وہ مرتے مرتے بچی تھی۔ کمر کی چوٹ کی وجہ سے ڈاکٹر نے اسے مکمل بیڈ ریسٹ بتایا تھا۔ اسے انتہائی نگہداشت سے اب کمرے میں شفٹ کردیا گیا تھا۔ اخلاق حسین، داود اور رافعہ کو لے کر ابھی گھر گئے تھے۔ معید اس کے پاس ہی تھا۔ ساری رات وہ لوگ اسپتال میں بیٹھے رہے تھے اس نے ان سب کو زبردستی گھر بھیجا تھا۔ وہ خود بھی بہت تھکا ہوا تھا، لیکن سبرینہ کو اکیلا چھوڑ کر جانا اسے منظور نہیں تھا۔

"آپ بھی گھر چلے جاتے۔" سبرینہ اس کی ساری رات جاگی آنکھوں کو دیکھ کر بولی تھی۔ ان میں تھکاوٹ اور بے خوابی دونوں موجود تھی۔

"تمہیں اکیلا چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔"

"میں نے آپ سب کو بہت پریشان کردیا نا۔"

"بہت پریشان کیا ہے۔ ایک بار تو لگا کہ میں نے تمہیں کھو دیا ہے۔ میں بتا نہیں سکتا کتنا ڈر گیا تھا میں۔ اگر تمہیں کچھ ہو جاتا نہ سبرینہ میں بھی خود کو ختم کرلیتا۔" اس کا ہاتھ تھامے وہ اس کے پاس بیٹھا تھا۔ سبرینہ اسے خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔

"لیکن اب میں ٹھیک ہوں۔ آپ کچھ دیر آرام کرلیں۔"

"تم میری فکر مت کرو، آئی ایم فائن۔ ویسے بھی میں تمہیں اپنے ساتھ گھر لے کر ہی جاؤں گا۔"

"ایک بات پوچھوں، میرا آپ کی زندگی میں میرا کیا مقام ہے؟" وہ بہت سنجیدگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ معید نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"تم میری زندگی ہو سبرینہ۔۔۔ برسوں بعد تمہاری بدولت میں نے ہنسنا سیکھا ہے، زندگی سے محبت کرنا سیکھا ہے، جینا سیکھا ہے۔۔۔ پاگل لڑکی میں تم سے بے تحاشا محبت کرتا ہوں۔ اپنی باقی کی زندگی صرف تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔ پچھلی پوری رات میں نے کس عذاب میں گزاری ہے یہ بس میں ہی جانتا ہوں۔۔۔ ایک پل کو تو یوں لگا جیسے میں نے تمہیں کھو دیا ہے۔۔۔ تم میری نظروں کے سامنے سیڑھیوں سے گری تھی۔۔۔ محبتوں کے معاملے میں بڑا بد قسمت ہوں میں، مجھے لگا تم بھی کہیں عبیرہ کی طرح مجھے چھوڑ کر مجھ سے چلی نہ جاؤ۔ لیکن اب میں تمہیں کبھی خود سے جدا نہیں ہونے دوں گا۔ میں نے داود سے کہہ دیا ہے کہ تمہارے ٹھیک ہوتے ہی میں تم سے شادی کرلوں گا۔۔۔ پھر ہم امریکا چلے جائیں گے، تمہیں اپنی پڑھائی بھی تو مکمل کرنی ہے نا۔" وہ اس پہ جھکا بہت نرمی سے بول رہا تھا۔

"اور عبیرہ آپی۔۔۔ کیا ان کے لیے آپ کے دل میں محبت نہیں رہی؟" وہ کچھ الجھی ہوئی تھی۔

"عبیرہ سے میں کل بھی محبت کرتا تھا، کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔۔۔ وہ ایک ایسی میٹھی یاد ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ میرے دل میں تمہارے لیے بھی سچی چاہت ہے۔" سبرینہ کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔ اس شخص کی زبان سے یہ جملہ سننے کے لیے اس نے کتنا انتظار کیا تھا۔ اسے معید کی ہر بات پہ اعتبار تھا، جو شخص محبتوں میں اتنا مخلص ہو کہ کسی کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی اسے بھول نہ پائے، وفا نبھائے۔۔۔ اس شخص کی محبت مل جانا اس کی خوش قسمتی تھی، اس کی چاہت کسی اثاثے سے کم نہیں تھی اور وہ ہمیشہ یہ کوشش کرے گی کہ اس اثاثے کی حفاظت کرے، اپنی چاہت سے وہ معید کے دل میں اپنی محبت مرتے دم تک کم نہیں ہونے دے گی۔